میثم قادری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا اللہ جل جلالہ

یا رسول اللہ ﷺ

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ

تحریری مناظرہ تین طلاق میں

سُنی حنفی عالم دین کے مقابلہ میں

غیر مقلد (وہابی) مولوی کی شکست فاش کی تفصیل اور فرار کی مکمل روئیداد

المعروف

مناظرہ سہ (۳) طلاق

مابین

سُنی حنفی بریلوی عالم مناظر اسلام محقق العصر حضرت علامہ مولانا

مفتی عبدالمجید خان سعیدی صاحب
رحیم یار خان

وغیر مقلد وہابی مولوی عبدالرحمٰن شاہین آف ملتان

ترتیب وپیشکش مع تصحیح **محمد جمیل رضا سعیدی**

ناشر مکتبہ کنزالایمان مسجد البدر بہاری کالونی بہاول پور

بتعاون مکتبہ مجیدیہ جامعہ سعیدیہ 10 زمیندارہ کالونی رحیم یار خان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یا اللہ جل جلالک　　　الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ　　　یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تحریری مناظرہ تین طلاق میں سُنی حنفی عالم دین کے مقابلہ میں غیر مقلد (وہابی) مولوی کی شکست فاش کی تفصیل اور فرار کی مکمل روئیداد

المعروف

مناظرہ سہ (۳) طلاق

مابین۔

سُنی حنفی بریلوی عالم مناظر اسلام
محقق العصر حضرت علامہ مولانا
مفتی عبدالمجید خان سعیدی
صاحب رحیمیار خان

و

غیر مقلد وہابی مولوی عبدالرحمٰن شاہین آف ملتان

ترتیب و پیشکش مع تصحیح

محمد جمیل رضا سعیدی

ناشر: مکتبہ کنزالایمان مسجد البدر بہاری کالونی بہاولپور

بتعاون: مکتبہ مجیدیہ جامعہ سعیدیہ 10 زمیندارہ کالونی رحیم یارخان

یا اللہ جل جلالک　　الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ　　یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتاب　مناظرہ سہ (۳) طلاق

مصنف　محقق العصر، مناظرِ اسلام، حضرت علامہ، مولانا

مفتی عبدالمجید خان سعیدی صاحب رحیمیار خان

ایڈیشن　پہلا

سالِ اشاعت　ستمبر 2009ء بمطابق رمضان المبارک ۱۴۳۰ھ

ناشر　مکتبہ کنز الایمان بہاری کالونی مسجد البدر بہاولپور

بتعاون　**مکتبہ مجیدیہ جامعہ سعیدیہ 10 زمیندارہ کالونی رحیمیار خان**

تبلیغی ہدیہ　10 روپے

بیرون جات کے حضرات 10 روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر منگوا سکتے ہیں

ملنے کے پتے

مکتبہ مجیدیہ جامعہ سعیدیہ 10 زمیندارہ کالونی رحیم یار خان

مکتبہ کنز الایمان مسجد البدر بہاری کالونی بہاولپور

قاری محمد ریاض سعیدی امام وخطیب مسجد اہلسنت چک 138 نزد چوک میتلا جہانیاں خانیوال

کاظمی کتب خانہ عقب جامعہ غوثِ اعظم داتا گنج بخش روڈ رحیمیار خان

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہٗ ونصلّی علٰی رسولہ الکریم و آلہ وصحبہٖ اجمعین

پہلے اسے پڑھیے

استاذ الاساتذہ جامع المعقول والمنقول فاتح رفض وخروج عاشقِ رسول شیخ القران حضرۃ الاستاذ علامہ محمد منظور احمد فیضی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اپنی حیات ظاہرہ میں اپنے بعض ارادت مندوں حاجی گل محمد خاں اور حاجی عبدالمجید صاحب فیضی کی دعوت پر اُن کے ہاں بستی بنگل والی نزد روہیلانوالی (ضلع مظفر گڑھ) میں تشریف لے گئے۔اُن کے برخورداروں محمد سلیم اسد اور محمد اکبر (جو آپس میں چچازاد اور سالہ بہنوئی بھی ہیں) کو غیر موجود پاکر آپ نے ان سے اُن کے بارے میں استفسار فرمایا تو اُنہوں نے بتایا کہ وہ تعلیمی سلسلہ میں گئے ہوئے ہیں۔پوچھا کہاں اور کس کے ہاں؟ بتایا گیا کہ اُن کا ایک علاقائی غیر مقلد اُنہیں قرآن وحدیث کی تعلیم دلانے کی غرض سے لے گیا ہے۔اور وہ ایک سال سے زائد عرصہ سے جامعہ ستاریہ کراچی میں پڑھ رہے ہیں۔حضرت نے فرمایا کہ بچے بے ادب اور گستاخ رسول بن جائیں گے اور خاندان کو بھی بگاڑ دیں گے، اس لئے اُنہیں وہاں سے فوراً ہٹالو ورنہ میرا آپ لوگوں سے بائیکاٹ ہے۔اُنہوں نے کہا ہم نے صرف پڑھانا ہے باقی ان کے بگڑنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ ہم جدی پشتی سُنی ہیں۔اس طرح سے کچھ طے نہ ہو پایا۔حضرت نے اُن کے ہاں آنا جانا وغیرہ ترک فرما دیا۔ اُنہیں جب احساس ہوا، تو اُنہوں نے ان بچوں کو وہاں سے نکال کر آپ کے سُپرد کیا۔آپ نے اُنہیں محقق العصر مناظرِ اسلام حضرت علامہ مولٰنا مفتی عبدالمجید خان سعیدی رضوی دامت برکاتہم العالیہ آف رحیمیارخاں کے ہاں داخلہ دلوانے کا حکم فرمایا۔چنانچہ آپ کے حکم سے جامعہ غوثِ اعظم رحیم یار خاں اُن کا داخلہ ہوگیا۔آپ نے اُن کی " پارت" بھی دی **یعنی** ان کا خیال رکھنے کا حکم فرمایا جبکہ وہ دونوں غیر مقلدیت کو اختیار کر چکے تھے۔اور کہتے تھے کہ علم اور قرآن وحدیث ہے تو صرف اور صرف اہلحدیث کے ہاں ہے۔بہرحال برخوردار محمد اکبر نے مکمل قرآن مجید حفظ کیا۔اور نوجوان محمد سلیم اسد نے درسِ نظامی کی تکمیل کی۔دورانِ پڑھائی عقائد ومسائل پر خاص توجہ دی گئی۔اور اُن کی تسلی کیلئے بغرض موازنہ چوٹی کے سمجھے جانے والے علماء غیر مقلدین سے اُن کی بحثیں بھی کرائیں اور خصوصیت کے ساتھ غیر مقلدین کے خاص مسئلہ "ایک مجلس کی تین طلاق" (جس پر اُنہیں بہت ناز ہے) مولانا موصوف (محمد سلیم اسد صاحب) نے کئی غیر مقلدین شیوخ ارشاد الحق اثری آف فیصل آباد، طالب الرحمٰن آف پنڈی، صفدر عثمانی آف گوجرانوالہ، اللہ بخش ملتانی آف ملتان، مولوی رفیق اثری آف جلالپور پیروالا اور اُن کے مایہ ناز شاگرد عبدالرحمٰن شاہین آف ملتان وغیرھم سے بحثُ ومباحثہ کیا۔اور آخر الذکر "اُستاد شاگرد" سے تو تحریر کے علاوہ بالمشافہ بھی گفتگو کی اور اُنہیں دلائل سے خالی اور جواب سے عاجز پاکر اس نتیجہ پر پہنچے کہ غیر مقلد مذہب کی بنیاد محض مغالطات پر ہے، جس پر پروپیگنڈہ غالب ہے۔لہٰذا اُنہوں نے اس سے باقاعدہ توبہ

کی اور محقق العصر مناظرِ اسلام حضرت علامہ مولانا مفتی عبدالمجید خان سعیدی دامت برکاتہم العالیہ کے ہاتھ پر باصرار بیعت بھی کی۔اور غیر مقلدیت سے تحریری لاتعلقی کا اظہار کرتے ہوئے دیگر کے علاوہ خصوصیت کے ساتھ مولوی عبدالرحمٰن شاہین کو ایک زور دار خط بھی لکھا اور اسنے اُسے چیلنج کیا جس پر شاہین صاحب نے مکمل چپ سادھ لی اور اپنی موبائل فون کی سم بھی بدل دی۔

اس دوران اُنہوں نے رفیق اثری، عبدالرحمٰن شاہین اور طالب الرحمٰن سے اپنی تابڑتوڑ ٹیلی فیونک گفتگو کی کیسٹیں بھی تیار کیں۔جو ریکارڈ پر محفوظ ہیں۔یہ واقعہ 2004ء کا ہے۔

پچھلے دنوں چک 138 چوک میتلا تحصیل جہانیاں ضلع خانیوال میں عبدالرحمٰن شاہین کے واویلا کے جواب میں مجاہدِ اہلسنت مولانا قاری ریاض احمد سعیدی صاحب اور اُن کے غیور سُنّی کارکنوں جلسہ میں محقق العصر، مناظرِ اسلام حضرت علامہ مولانا مفتی عبدالمجید خان سعیدی دامت برکاتہم العالیہ کو مدعو کیا۔تو آپ نے لوگوں کو تین طلاق کا یہ ماجرا سُنایا۔اس کے بعد عبدالرحمٰن شاہین کو اُن کے ماننے والوں نے جواب کیلئے بلایا تو وہ اس کا تسلی بخش جواب دینے کی بجائے نہ صرف یہ کہ اسے گول کر گئے بلکہ غلط بیانی سے بھی کام لے کر عوام کو گمراہ کرنے کی کوشش کی۔جس کے بعد ضرورت محسوس کی گئی کہ اصل حقیقت کو منظر عام پر لایا جائے، جو حاضر ہے۔پڑھیے اور شاہین صاحب کی کمالِ دیانت کو داد دیجیے۔شاہین صاحب اب بھی اپنی ہٹ سے نہ ہٹیں تو اُن سے قرآن پر ہاتھ رکھوا کر پوچھیے کہ اُنہوں نے محقق العصر، مناظرِ اسلام حضرت علامہ مولانا مفتی عبدالمجید خان سعیدی دامت برکاتہم العالیہ کی تحریر کا جواب نیز مولانا محمد سلیم اسد صاحب کی جواب طلب تحریر کا مطلوبہ جواب کب دیا تھا۔اگر دیا تھا تو اس کی نقل پیش کریں۔لیکن اگر جواب نہیں دیا اور واقعی نہیں دیا تھا تو منبرِ رسول پر مسجد میں کھلے بندوں اُنہوں نے جھوٹ کیوں بولا؟ اور کیوں اسے گول کر گئے۔

تو سب سے پہلے دیکھیے مولانا محمد سلیم صاحب کا توبہ نامہ اور شاہین صاحب کے نام اُن کا چیلنج۔اس کے بعد شاہین صاحب سے تین طلاق پر کیا گیا استفسار۔پھر اس کے بعد شاہین صاحب کا جواب اور آخر میں محقق العصر مناظرِ اسلام حضرت علامہ مولانا مفتی عبدالمجید خان سعیدی دامت برکاتہم العالیہ کے قلم سے اس کا رد بلیغ جو بفضلہٖ تعالیٰ تا حال لاجواب ہے۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

خاکپائے علمائے اہلسنت
محمد جمیل رضا سعیدی
مجلس رضا مسجد البدر بہاری کالونی بہاولپور
شب ۷ رمضان المبارک ۱۴۳۰ھ بمطابق
29 اگست 2009 شنبہ بوقت ڈھائی بجے

نوٹ: مولانا محمد سلیم صاحب اس وقت دوبئی میں مقیم ہیں اُن کا نمبر یہ ہے
00971503721736
خواہش مند حضرات اُن سے تصدیق کر سکتے ہیں۔

بسمہٖ تعالیٰ

مناظر اہلحدیث عبدالرحمٰن شاہین صاحب مفتی و شیخ الحدیث دار الحدیث محمدیہ [illegible] ملتان

السلام علیٰ من اتبع الھدیٰ ۔۔

آپ نے طلاق ثلاثہ کے متعلق جاری تحریری بحث میں (جو مورخہ 15 جون 2006ء سے جاری ہے)
اپنے فتوے پر اٹھائے گئے سنی حنفی بریلوی عالم مفتی عبدالمجید خان سعیدی رضوی صاحب کے اعتراضات
کے نہ صرف یہ کہ جوابات نہیں دیئے۔ اس بارے میں ہماری طرف سے بھجوائے گئے مراسلے
کئے گئے ٹیلیفونز پر لیت و لعل سے ہی کام لیا۔ بلکہ کئی مرتبہ واضح طور پر کئی جھوٹ بھی بولے
کہ جواب لکھ لیا گیا ہے۔ جو عنقریب بھجوا دیا جائے گا وغیرہ۔ ایک مرتبہ تو آپ نے یہاں تک کہا
کہ اتوار کے دن آپکو ڈاک مل جائے گی۔ حالانکہ اتوار کو پوسٹ آفس کی سرکاری تعطیل ہوتی ہے
اور آخری مرتبہ کے ٹیلیفون پر آپ نے یہ کذب بیانی کی کہ چار دن پہلے بائی پوسٹ جواب روانہ
کر چکا ہوں۔ جو بالکل خلاف واقعہ ہے۔ پھر آپ نے اپنے موبائل فون کی سم ہی بدل لی اور
اپنے حلقہ والوں کو تنبیہ کر دی کہ وہ رحیم یار خان والوں کو آپکا نیا نمبر ہرگز نہ دیں۔ چنانچہ مورخہ
12 اگست 2006ء سے رابطہ ناممکن ہو کر رہ گیا ہے۔ آپ کے استاذ محمد رفیق اثری آف جلالپور پیروالا
جو محقق العصر کے لقب سے معروف ہیں۔ آپ سے پہلے ہم نے انکو بھیجی گئی صورت مسئلہ کے تحت
فتویٰ لیا۔ اور آپ کا لکھا ہوا فتویٰ انہیں بھیجا۔ وہ تو اسمیں آپ سے دو قدم آگے ثابت ہوئے کہ
چنانچہ انکو بھی میں نے اُنکے فتوے کا جواب جو اہل سنت حنفی عالم نے تحریر کیا۔ جنہوں نے آپکے فتوے
کا رد لکھا تھا۔ بذریعہ ٹی۔سی۔ایس بھی بھیجا جو انہیں موصول ہوا۔ فون پر بھی ان سے گفتگو ہوئی۔ مسئلہ کی نزاکت
سے بھی انہیں آگاہ کیا۔ پھر مورخہ 6 ستمبر کو بذات خود اُنکے پاس اُنکے مدرسہ دار الحدیث
محمدیہ جلالپور پیروالا میں گیا۔ بالمشافہ گفتگو کی۔ مگر انہوں نے بھی ایک نہ سنی۔ اور جواب دینے
سے صاف مکر گئے۔ اور طیش میں بھی آ گئے۔ جو آپ کی طرح اُنکے عجز کا کھلا ثبوت ہے۔
(اور یہ سب کچھ ریکارڈ پر محفوظ ہے) بے شک آپ ان سے پوچھ لیں اور اسکی
تصدیق کر لیں۔ جس کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ آپ لوگ محض زبانی کلامی طرح
اور دعووں کی حد تک ہی متبع حدیث ہیں۔ اور خصوصیت کے ساتھ زیر بحث مسئلہ

میں آپ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی صحیح صریح حدیث اور آپ کا کوئی فیصلہ
مبارکہ ہرگز نہیں ہے۔ اور آپ لوگوں کا مذہب جھوٹا ہے لہٰذا میں اپنے تمام ساتھیوں
سمیت نام نہاد اہلحدیث مذہب سے لاتعلقی کا اعلان کرکے اُسے اپنے نفس پر
حرام حرام حرام کرکے طلاق طلاق طلاق دیتا اور مکمل طور پر سنی حنفی بریلوی مذہب
و عقیدہ کو اختیار کرتا ہوں۔ اگر آپ بالمشافہ گفتگو کرنا چاہیں تو ہمارا یہ چیلنج
بھی ہمیں ہمیشہ قبول ہے۔ موضوع آپ کا صحت نسبِ فتویٰ ہی ہوگا صرف اسی کے حوالے سے
گفتگو ہوگی کوئی اور نئی بات بطور موضوع اسمیں شامل نہ کی جائے گی کہ اس کیلئے علیحدہ وقت
بھی کیا جا سکتا ہے۔ اگر آپ کو جرأت اور ذرہ بھر بھی صداقت ہے تو مناظرہ کیلئے [illegible]
آمادگی ظاہر کرتے ہوئے اپنے دستخط مع مہر ثبت کرکے ہمیں واپس بھیج دیں۔ اس کیلئے تاریخ
اور جگہ نیز شرائط مناظرہ وغیرہ کو بعد میں طے کر لیں گے۔ اگر تاریخ موصولی سے ایک ہفتہ
کے اندر اندر آپ کا جواب موصول نہ ہوا تو آپکی شکست ہوگی جس کے بعد
پورے ریکارڈ کو منظر عام پر لانے کا ہمیں حق ہوگا۔

فقط۔

محمد سلیم احمد سنی حنفی بریلوی معرفت امام
جامع مسجد عائشہ ۱۵ نیو منیر ہاؤسنگ کالونی
رحیم یار خان۔ فون نمبر 792797 — 0300

۱۳ ستمبر سنہ ۲۰۰۷ء بروز سوموار

طلاق نامہ

50

شبیر احمد ولد بشیر احمد قوم دھانڈو سکنہ بستی جام فقیر روتی شریف ڈاکخانہ بھٹہ واہن تحصیل صادق آباد

31304-8881348-3

مقر کی شادی ونکاح مسماۃ پروین دختر جام پیر بخش قوم معانہو سکنہ روتی شریف ڈاکخانہ بھٹہ واہن تحصیل صادق آباد سے عرصہ تقریباً [illegible] قبل ہوا تھا۔ مسماۃ پروین جو کہ نافرمان عورت ہے من مقر کا نطفہ اور [illegible] کا زوجہ بطن سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جو کہ زندہ حیات موجود ہے۔ من مقر اپنی آزاد مرضی سے روبرو گواہان مسماۃ پروین کو اپنے نفس پر حرام۔ حرام۔ حرام قرار دے کر طلاق۔ طلاق۔ طلاق دیتا ہے۔ مسماۃ پروین اپنی عدت گزاری گزار کر بعد جہاں چاہے شادی ونکاح کر سکتی ہے۔ من مقر کو کوئی عذر اعتراض نہ ہوگا لہٰذا طلاق نامہ روبرو گواہان لکھ دیا ہے تاکہ سند رہے۔ باوقت ضرورت کام آسکے

تحریر مورخہ 22-5-2006

العبد

گواہ شد		گواہ شد
عبدالوحید ولد محبوب [illegible] سکنہ صادق آباد	شبیر احمد مقر مذکور	سلیم دین ولد حبیب خان قوم دھوتڑ سکنہ صادق آباد
		سلیم دین

ATTESTED
Ch. M. Anwar Advocate
Notry Public Sub Division
Court Sadiq Abad
22/5/06

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برقعہ پرحسبِ سوال۔ طلاق نامہ ہٰذا کی رو سے شرعاً صرف ایک رجعی طلاق واقع ہوئی تین طلاقیں نہیں ہوئی ہیں۔ کیونکہ از روئے شریعت یعنی قرآن وحدیث کے احکام کی رو سے

بیک وقت صرف ایک طلاق دی جا سکتی ہے۔ ایک سے زیادہ یا تین طلاقیں اکٹھی نہیں دی جا سکتیں کیونکہ قرآن مجید میں ہے۔ اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ کہ طلاق دو بار ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا تقاضا ہے ایک ہی بار طلاق نہیں ہوتی بلکہ رجعی طلاق دو بار ہے۔ ایک بار میں ہی تین یا ایک سے زیادہ طلاقیں اکٹھے نہیں دینی ہوتیں۔

صحابی محمود بن لبید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: أُخْبِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثَ تَطْلِيْقَاتٍ جَمِيْعًا فَقَامَ غَضْبَانًا ثُمَّ قَالَ أَيُلْعَبُ بِكِتَابِ اللّٰهِ وَأَنَا بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ حَتّٰى قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَلَا أَقْتُلُهُ۔ (سنن نسائی شریف ص ۹۶ ج ۲)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دے دی ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غصے سے کھڑے ہو گئے اور فرمایا کیا کتاب اللہ کے ساتھ کھیلا جا رہا ہے اور میں موجود ہوں تو ایک شخص نے عرض کی کیا میں اس کو قتل کر دوں؟ تو اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ اکٹھی تین طلاق دینا قرآن مجید کے خلاف اور تلعب بکتاب اللہ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مطہرہ کے خلاف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فقہائے کرام [illegible] نے بھی ایسی [illegible] شریعت مطہرہ کے فرمودے کے خلاف قرار دیا ہے جیسا فقہ حنفی کی مشہور اور معتبر کتاب "الهداية ص ۳۲۵ کتاب الطلاق" میں ہے "وطلاق البدعة أن يطلقها ثلاثا بكلمة واحدة أو ثلاثا في طهر واحد" کہ یکبارگی اکٹھے یا ایک ہی طہر میں تین طلاق دینا یہ بدعی طلاق ہے۔ اور مزید ساتھ لکھا ہے "وكان عاصيا" کہ وہ طلاق دینے والا گناہگار ہوگا۔

تو جو کام کتاب اللہ، حکم نبوی کے خلاف اور شرعی لحاظ سے بدعت اور ممنوع ہو وہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے بہر حال دلائل بالا سے ثابت ہوا کہ اکٹھے تین طلاقیں دینا از روئے شریعت منع ہے۔ جب اکٹھے تین طلاقیں دینا منع ہے تو پھر اکٹھے تین طلاقیں ہوتی بھی نہیں۔ بلکہ اس صورت میں صرف ایک رجعی طلاق ہوگی تین نہیں۔ کیونکہ ایک وقت میں صرف ایک طلاق دینے کا حق ہے۔ اس سے زائد یا تین اکٹھے نہیں۔ اس لیے صرف ایک رجعی طلاق ہوگی۔

جیسا کہ کوئی شخص اگر اپنی بیوی کو ۱۰ دس طلاقیں یا ۱۰۰ سو طلاقیں یا ۱۰۰۰ ہزار طلاقیں دے تو ان میں سے صرف تین نافذ اور لاگو ہوں گی۔ [illegible] اس کو تین دینے کا حق ہے تین سے زائد نہیں۔ تو اسی طرح اسے تین دینے کا حق تو ہے لیکن الگ الگ ماہ یا طہر کے وقفے سے بیک وقت تین دینے کا حق نہیں ہے۔ تو اس لیے صرف ایک ہوگی جس کے دینے کا اسے ایک وقت میں حق حاصل ہے۔ باقی دو لغو قرار پائیں گی۔ کہ اس اسے باقی دو اپنے اپنے وقت پر دینے کا حق ہے۔ اس لیے اس صورت میں صرف ایک رجعی طلاق ہوگی۔

جیسا کہ نکاح کے وقت تین دفعہ ایجاب و قبول کرایا جاتا ہے۔ تو اس سے صرف نکاح ایک ہی ہوتا ہے۔ تین نہیں تو اس صورت میں بھی تین طلاقیں نہیں ہوں گی بلکہ صرف ایک ہوگی۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے، اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ ... کہ طلاق دو بار ہے۔ یعنی ایک ہی بار میں تین نہیں۔ اس لیے جو شخص ایک بار میں ہی تین طلاقیں دے گا تو وہ ایک ہی ہوگی اور اس ایک طلاق کے بعد قرآن مجید رجوع اور صلح کا حکم فرما رہا ہے کہ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ۔ کہ معروف اور مناسب طریقہ سے صلح اور رجوع کر کے اس کو اپنے گھر بسا لو اور روک لو۔ اس صورت میں صلح کرانا اور رجوع کرا کر گھر آباد کرانا یہ منشاء خداوندی ہے۔

نیز جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں [illegible] نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اور جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دو سالوں میں تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دیا جاتا تھا (صحیح مسلم شریف کتاب الطلاق) اور یہی حدیث سنن ابی داؤد شریف ص ۱۰۰ ج ۲ میں بھی موجود ہے۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اور جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پورے زمانہ مبارکہ میں اکٹھی دی جانے والی تین طلاقوں کو ایک قرار دیا جاتا تھا۔

یعنی دور نبوی میں بھی تین طلاقوں کو ایک قرار دے کر صلح کرا دی جاتی تھی۔ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پورے دور خلافت میں اکٹھی دی جانے والی تین طلاقوں کو ایک قرار دیا جاتا تھا۔ تو یہ خلافت صدیقی میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس پر اجماع ہے۔ اور اسی اجماع پر جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دو سالوں میں عمل بھی ہوتا رہا۔ اور پھر خود دور نبوی میں بھی تین طلاقوں کو ایک قرار دیا جاتا تھا۔

۳

— جیسا کہ حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو اکٹھے تین طلاقیں دے دیں پھر غمگین ہو کر
خدمت نبوی میں آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، فانما هي واحدة فارجعها ان شئت
فراجعها ۔ (مسند احمد بن حنبل و مسند أبي يعلى) کہ یہ ایک طلاق ہے۔ اگر تم چاہو تو رجوع
اور صلح کر لو چنانچہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے رجوع اور صلح کر لی تھی۔
تو ثابت ہوا اکٹھی تین طلاقیں دینے سے صرف ایک طلاق ہوتی ہے۔ اور اس کے بعد رجوع اور صلح ہو سکتا
ہے۔ اور یہ شریعت کے خلاف نہیں ہے۔ اور خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو
رجوع و صلح کر لو چنانچہ یہ حکم اور سنت نبوی ہے۔ صلح کرانے والا مجرم اور گناہگار نہیں ہے۔ اور
صحابی رضی اللہ عنہ نے بھی صلح کر لی تھی۔ تو صحابہ کرام کا عمل بھی ہے کہ تین طلاقوں کو ایک قرار دے کر صلح کی جا
— سکتی ہے۔ دور نبوی اور دور صدیقی ... صحابہ کرام کا اجماع ... بھی ہے

— جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اذا قال انت طالق ثلاثا بفم واحد فهي واحدة
(سنن أبي داؤد شریف، کتاب الطلاق)
کہ اگر تم ایک ہی منہ سے تین طلاقیں کہہ دو۔ تو یہ ایک طلاق ہے۔ —— تو ان تمام دلائل سے ثابت
— ہوا کہ ایک وقت میں ایک سے زائد یا اکٹھی دی جانے والی تین طلاقیں ایک طلاق ہوتی ہیں۔
تین نہیں۔ اس لیے صلح ہو سکتی ہے۔ اور صلح کرنے والا اور کرانے والا دونوں منشاء خداوندی
کو پورا کر رہے ہیں۔

— مولانا عبدالحئی لکھنوی حنفی فقہ حنفی کی مشہور کتاب شرح الوقایۃ کی شرح عمدۃ الرعایۃ ج ۲ ص ۷۱ میں
فرماتے ہیں: والقول الثاني اذا طلق ثلاثا تقع واحدة رجعية وهذا هو المنقول
عن بعض الصحابة وبه قال داؤد الظاهري واتباعه واحد القولين لمالك ولبعض
اصحاب احمد۔ یعنی دوسرا قول یہ ہے کہ شوہر اگر تین طلاقیں دے دے تو وہ ایک رجعی طلاق
ہو گی اور یہی بات بعض صحابہ کرام سے منقول ہے۔ امام داؤد ظاہری اور ان کے متبعین کا مذہب
امام مالک کا ایک قول اور بعض اصحاب امام احمد کا قول اور مذہب بھی یہی ہے۔
امام عینی حنفی نے شرح بخاری عمدۃ القاری ج ۹۲/ ۵۳۷ میں فرمایا ہے کہ امام طاؤس، امام ابن اسحاق،
امام حجاج بن أرطاة، امام ابراہیم نخعی (جو کہ امام ابوحنیفہ کے استاد ہیں) ابن مقاتل اور ظاہریہ اس
طرف گئے ہیں۔ کہ اگر شوہر بیوی کو اکٹھے تین طلاقیں دے دے تو یہ ایک واقع ہو گی۔
امام طحاوی حنفی نے شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۳۲ میں باب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کرنے کے
بعد لکھا ہے۔ فذهب قوم إلى أن الرجل إذا طلق امرأته ثلاثا معا وقعت عليه واحدة۔ کہ
ایک علماء کا طبقہ کا مذہب ہے۔ کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو اکٹھے تین طلاقیں دے تو ایک واقع ہو گی
اس لیے اس صورت میں بھی صرف ایک رجعی طلاق ہو گی جس کے بعد عدت یعنی تین ماہ (۹۰ دن) کے اندر

اندر صلح اور رجوع کر کے میاں بیوی اکٹھے آباد ہو سکتے ہیں۔ تجدید نکاح یا حلالہ وغیرہ کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ جیسا کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم رجوع کر لو۔ اور صحابی نے رجوع کر لیا۔

حلالہ کرنے اور کرانے والے پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے۔ لَعَنَ رَسُولُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَہٗ۔ (سنن نسائی ج ۲ ص ۱۰۱) نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِالتَّیْسِ الْمُسْتَعَارِ۔ کیا تم کو کرایہ کا سانڈ بتلاؤں تو صحابہ کرام نے عرض کیا ہاں! تو فرمایا: ھُوَ الْمُحَلِّلُ کہ وہ حلالہ کرنے والا ہے۔ (جامع ترمذی، سنن نسائی)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے۔ لَا اُوْتٰی بِمُحَلِّلٍ وَلَا بِمُحَلَّلٍ اِلَّا رَجَمْتُہٗ

(محلی ابن حزم ص ۱۸۱ ج ۱۰)

کہ میرے پاس جو بھی حلالہ کرنے والا اور کرانے والا لایا گیا تو میں اس کو رجم کر دوں گا۔ ثابت ہوا کہ یہ زنا ہے کیونکہ رجم زنا کی سزا ہے۔

جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے حلالہ کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا۔ عرفت عمر بن الخطاب لو رأی شیئا من ذلک لرجم فیہ۔ (ایضا) کہ اگر حضرت عمرؓ ایسا کرتے دیکھ لیں تو رجم کر دیں گے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے حلالہ کے بارہ میں سوال کیا گیا تو فرمایا کہ وہ دونوں زانی ہیں اگرچہ وہ بیس سال بھی اکٹھے رہیں۔ (ایضا) مشروط نکاح کا اسلام میں کوئی تصور اور جواز نہیں ہے۔ اس طرح مشروط نکاح بذات خود حرام ہے۔ اور حلالہ بھی بذات خود حرام ہے۔ تین طلاقیں اکٹھی دینا بھی حرام ہے اس لیئے اس صورت میں صرف ایک رجعی ہو گی جس کے بعد صلح ہو سکتی ہے۔

یہ عقیدہ اور مسئلہ قرآن مجید، صحیح احادیث نبویہ اور صحابہ کرام اور آئمہ عظام سے ثابت ہے۔ کہ اس صورت میں ایک رجعی طلاق ہے۔ صلح شریعت کے مطابق ہے۔ بلکہ ان احادیث، آیات، اقوال صحابہ کرام اور آئمہ عظام کی مخالفت کرنے والے خود مجرم ہیں صلح کرنے اور کرانے والے نہیں۔ ----- اس لیئے جب حدیث نبوی کے مطابق طلاق نہیں ہے بلکہ شرعاً وہ دونوں میاں بیوی ہیں تو دوبارہ نکاح یا حلالہ وغیرہ کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہے۔ اس صورت میں پہلی بات تو یہ ہے کہ زبردستی طلاق ہوتی ہی نہیں

اگر بالفرض کوئی شخص زبردستی کی طلاق کو جائز بھی قرار دے پھر اس صورت میں صرف ایک رجعی طلاق ہوئی ہے۔ تین نہیں۔ لہٰذا عدت کے دوران رجوع صحیح ہے حلالہ اور تجدید نکاح کی ضرورت نہیں۔ ھذا ما عندي واللہ أعلم بالصواب۔

دارالافتاء جامعہ دارالحدیث المحمدیہ ملتان
فتویٰ نمبر: ۱/۲۰۰۶/۹۹۰
تاریخ: ۶/۷/۲۰۰۶
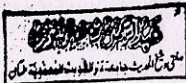
الجواب وبالله التوفيق والسّديد

بسم الله الرحمن الرحيم نحمدهٗ وَنُصَلِّی عَلیٰ رسوله الکریم وعَلیٰ اٰلِهٖ وَصحْبِهٖ اَجْمَعِیْن

سائل نے بیک وقت دی گئی تین طلاق کے متعلق ایک استفتاء کے جواب میں غیر مقلدین آف ملتان کے ایک ادارہ کے ایک غیر مقلد مفتی وشیخ الحدیث مسمّی عبدالرحمٰن شاہین الاثری صاحب کا تحریر کردہ فتویٰ دکھایا اور ساتھ ہی اس کے تعجیلاً جواب کا بھی پرزور مطالبہ کیا جو (اس میں درج کئی اُمور پر تبصرہ کا حق محفوظ رکھتے ہوئے سردست بقدرِ ضرورت) پہلی فرصت میں حاضر ہے۔

(یاد رہے کہ فقیر اس سے قبل استفتاء ھٰذا کے جواب کے ساتھ ساتھ اس کے تحت یہاں رحیم یار خاں شہر کے ایک غیر مقلّد مفتی وشیخ الحدیث کے محرّرہ فتویٰ کا مکمل ردِ بلیغ بھی مورخہ ۲۲ ربیع الآخر ۱۴۲۵ھ بمطابق 11 جون 2004ء بروز جمعۃ المبارک کو لکھ کردے چکا ہے۔ (**فمن شاء الاطلاع علیه فلیرجع الیه**) فَاقولُ وبِاللہ اُصولُ وبه التوفیق وبیده ازمّة التوفیق.

موصوف کی علمی پوزیشن: اس سلسلہ میں ہم سب سے پہلے غیر مقلّد موصوف کی علمی پوزیشن کو خود اُن کے اس فتویٰ کی روشنی میں واضح کردینا ضروری سمجھتے ہیں تاکہ ہمارے قارئین کو ان کے اس جواب کی صحیح کنڈیشن کا بآسانی اندازہ ہوسکے اور بخوفِ طوالت اس کی بھی بطور نمونہ بعض مثالوں کے پیش کرنے پر اکتفاء کررہے ہیں۔

غلطی نمبر 1۔ چنانچہ (ا) صفحہ ۴ پر نسائی (ج ۲ ص ۱۰۱) کے حوالے سے اُنہوں نے حدیث "لعن رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم المحلل والمحلل له" لکھ کر المحلل اور المحلل لهٗ کو اپنے قلم سے رفع دیا اور اُنہوں مرفوع بنایا ہے جو قطعاً غلط ہے کیونکہ اس میں المحلل مفعول بہ اور المحلل له میں لفظ المحلل اس کا معطوف ہونے کے باعث منصوب ہے۔

غلطی نمبر 2۔ نیز جامع ترمذی اور سنن نسائی کے حوالہ سے انہوں نے ایک حدیث اس طرح لکھی ہے الا اخبرکم "بتیئس المستعار" جو کئی اغلاط کا مجموعہ ہے کیونکہ یہ لفظ تیئس نہیں تیس ہے۔ نیز حدیث شریف میں وہ معرّف باللام ہے اعنی "التیس" المستعار کا موصوف واقع ہے جبکہ اسے "ال" سے معرّی کر دینے میں موصوف اور صفت میں مطابقت نہ رہی۔ موصوف نکرہ اور اس کی صفت معرفہ ہوئی جو نحو کے لائق مبتدی بھی جانتے ہیں کہ صحیح نہیں۔ جبکہ اس کا عبارت ھٰذا میں موصوف ہونا خود موصوف کو بھی تسلیم ہے۔ چنانچہ اُنہوں نے ان الفاظ کا ترجمہ لکھا ہے" کرایہ کا سانڈ" (پھر اس میں لفظ کا کی اضافت بھی کچھ محتاج بیان نہیں۔ اعنی پہلے موصوف پر ہاتھ صاف کیا پھر ترجمہ بھی اضافت والا کردیا)

غلطی نمبر 3۔ نیز ص ۴ پر لفظ "ائمہ" کو آئمہ لکھا ہے اور یہ غلطی دو بار کی ہے جس کے غلط ہونے دلیل یہ ہے کہ یہ جمع قلت کا صیغہ ہے جو اَعْوِنَة کے وزن پر ہے بعد الاوّل قرار دینے کی صورت میں یہ وزن برقرار نہیں رہے گا۔ نیز قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد۔ وَجَعَلْنَا مِنْهُم اَئِمَّةً (وغیرھا) بھی مانحن فیہ کی واضح دلیل ہے۔

غلطی نمبر 4۔ نیز ص ۳۔ ۴ پر مرد وعورت کو مشورہ دیتے ہوئے لکھا ہے "عدت یعنی تین ماہ (90 دن)۔

اندر اندر صلح اور رجوع کر کے میاں بیوی اکٹھے آباد ہو سکتے ہیں" اھ بلفظہٖ۔

اَقُولُ : مطلقہ کی عدت علی الاطلاق تین ماہ یا نوّے دن قرار دینا صحیح نہیں کیونکہ تین ماہ عدّت ہونے کا تعلق اس مطلقہ سے ہے جو حیض کی عمر کو نہ پہنچی (صغیرۃ السن) ہو یا سن یاس کو پہنچ گئی (آئسہ) ہو ورنہ اس کی عدت تین حیض ہوگی۔ اور یہ سب قرآن مجید میں مصرّح و مزبور ہے۔ **قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ** " **وَالْمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِھِنَّ ثَلٰثَۃَ قُرُوْءٍ** الایۃ (البقرہ) **وقال ایضاً "والّٰئی یئسن من المحیض من نسائکم ان ارتبتم فعدتھن ثلٰثۃ اشھر واللائی لم یحضن الآیۃ (الطلاق)"** علاوہ ازیں تین ماہ کو نوے دن سے تعبیر کرنا بھی صحیح نہیں کیونکہ عدّت چاند سے محسوب ہوتی ہے۔ جبکہ چاند کا شرعاً ۳۰ ایام کا ہونا لازم نہیں بلکہ وہ ۲۹ دن کا بھی ہوتا ہے جس سے کسی ذی عقلِ سلیم کو انکار نہیں ہو سکتا۔ تو مہینہ کے ۲۹ ایاّم ہونے کی صورت میں نوّے دن کیونکر ہوں گے؟

غلطی نمبر 5۔ نیز ص ۲-۳ پر حضرت "عبداللہ بن عباس" کے نام کے ساتھ موصوف نے رضی اللہ عنہ کے لفظ لکھے ہیں جبکہ دو شخصیات ہونے کی بناء پر اہلِ علم کے ہاں "عنہ" کی بجائے عنہما بصیغہ تثنیہ مروج ہے۔

غلطی نمبر 6۔ بلکہ اور تو اور لفظ شریعت بھی موصوف کو صحیح طریقہ سے لکھنا نہیں آیا چنانچہ اُنہوں نے اسے اس طرح لکھا ہے۔ شسریعت۔ ملاحظہ ہو صفحہ ا۔ اس قسم کی اور مثالیں بھی آئندہ سطور میں ملاحظہ کی جا سکیں گی۔ اس صورتحال کے پیشِ نظر بے ساختہ نوک قلم پر آتا ہے۔

؎ بہت شور سُنتے تھے پہلو میں دل کا جو چیرا تو اِک قطرہءِ خون نہ نکلا

مذہبی خودکشی: موصوف نے ص ۲ پر ایک آیت کے بعض الفاظ نقل کر کے ان کے آگے علامت وقف O لکھی ہے جو اُن کے حسبِ اُصول ("وہی اُصول" اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول کی رُو سے) بدعتِ سیئہ ہے ورنہ وہ اس کا بہ ہیئتِ کذائیہ معیاری صریح ثبوت مہیا کریں۔ دیدہ باید۔

نیز اُنہوں نے ص ۲-۳ پر حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم" لکھا ہے" جو اُن کے تقویۃ الایمانی اُصول کی رو سے شرک ہے کیونکہ لفظ "اکرم" قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کیلئے استعمال فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ **اِقْرَاْ وَرَبُّ الْاَکْرَمُ** (العلق) جو اُن کی مذہبی خودکشی کی بدترین مثال ہے۔ **ولنِعْمَ مَا قِیْلَ** ؎ اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

پس یا تو وہ اپنا اُصول بدلیں اور اپنا نظریہ تبدیل کریں اور کم از کم محض اشتراکِ لفظی کی بناء پر اہلِ سنت پر حکم شرک صادر کرنے سے باز رہیں۔ یا پھر اُس کی تسلی بخش توجیہہ پیش کریں۔ پس جو آسان ہو وہی کر لیں۔

جواب نامکمل ہے: علاوہ ازیں موصوف نے پیش کردہ پورے سوال کا جواب نہیں دیا بلکہ آدھے کا جواب دیا اور باقی کو چھوا تک نہیں ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ طلاق دہندہ کی طرف سے طلاق نامہ میں طلاق کے الفاظ کے ساتھ ساتھ حرام حرام حرام کے الفاظ بھی لکھے ہیں۔ پوری عبارت اس طرح ہے۔ "من مقر اپنی آزاد مرضی سے روبرو گواہان مسماۃ پروین کو اپنے نفس پر حرام حرام حرام قرار دے کر طلاق طلاق طلاق دیتا ہے۔" جبکہ غیر مقلد مفتی صاحب موصوف نے اپنے اس جواب میں لفظ حرام کا کوئی شرعی حکم بیان نہیں کیا

اور حرام حرام حرام کے الفاظ کے باوجود اُنہوں نے مرد وعورت کے آپس میں بغیر کسی تجدید نکاح وغیرہ کے رجوع کر کے میاں بیوی کے طور پر رہنے کو جائز و درست ،قرآن وحدیث کے مطابق اور اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیصلہ اور حکم بتایا ہے۔ پس موصوف اس پر نظر ثانی کریں کہ اگر عورت حرام حرام حرام کے الفاظ سے اپنے شوہر کے نکاح سے نکل کر اس پر حرام ہوگئی تھی جسے اُنہوں نے حلال کردیا ہے تو اپنے اس غلط فتوے نیز مرد وعورت کو بدکاری کی چھٹی دینے کے جرم سے تائب ہوں اور یہ مسئلہ دوبارہ لکھ کر صحیح جواب سے اُنہیں آگاہ کریں۔ اور اگر حرام حرام حرام کے الفاظ شرعاً غیر مؤثر ہیں تو کم از کم اس کی دلیل ہی سپرد قلم کریں اور اپنے اُصول نیز معیار دلائل کو ملحوظ رکھنا بھی مت بھولیں۔

یہاں یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ موصوف نے شاید یہ طلاق نامہ یا ان الفاظ کو نہیں دیکھا ہوگا کیونکہ۔ **اولاً**۔ سائل نے علیحدہ سوالنامہ میں طلاق دہندہ کے ان الفاظ کو بعینہٖ مکمل نقل کیا ہے جسے پڑھ کر ہی اُنہوں نے جواب لکھا ہے۔ **ثانیاً**۔ نیز موصوف نے اپنے اس جواب کا معتدبہٖ حصہ خود اسی طلاق نامہ کی فوٹو کاپی پر لکھا ہے جو ہمارے سامنے ہے اور اُن کے پاس بھی ریکارڈ پر محفوظ ہوگی۔ **ثالثاً**۔ بلکہ اپنے اس جواب کے ابتدائیہ میں اُنہوں نے سوالنامہ اور طلاق نامہ دونوں کے پیشِ نظر ہونے کا واضح اشارہ بھی دیا ہے۔ چنانچہ اُن کے لفظ ہیں "بر تقدیر صحتِ سوال طلاق نامہ ھٰذا کی رو سے شرعاً صرف ایک رجعی طلاق ہوئی تین طلاقیں نہیں ہوئی ہیں اھ بلفظہٖ ملاحظہ ہو ص ا۔ **رابعاً**۔ یہ بھی واضح رہے کہ موصوف نے اپنے اس جواب میں تجدید نکاح کے ضروری نہ ہونے کی بھی کئی بار تصریح کی ہے۔ چنانچہ اُن کے الفاظ ہیں "تجدید نکاح یا حلالہ وغیرہ کی کوئی ضرورت نہیں "اھ بلفظہٖ ملاحظہ ہو ص ۴۔ اسی طرح فتوے کے آخر میں بھی اسے دوہرایا گیا ہے۔ نیز صلح کر لینے کو بھی موصوف نے بار بار "منشاءِ خداوندی پر عمل"، "حکم اور سنت نبوی"، "صحابہ کرام کا عمل واجماع" قرار دے کر اس کے برعکس کرنے والوں کو "خود مجرم ہیں" کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔ ملاحظہ ہو ص: ۲۔۳۔۴)

سائل پر افتراء یا سخت غفلت: موصوف نے اپنے اس جواب میں جاتے جاتے یہ بھی لکھ دیا ہے کہ "زبردستی طلاق ہوتی ہی نہیں "اھ بلفظہٖ (ملاحظہ ہو ص ۴)

حالانکہ سوالنامہ نیز طلاق نامہ میں اس امر کی صراحت تو کُجا اس کا کوئی اشارہ تک بھی نہیں ہے کہ یہ طلاق زبردستی دلوائی گئی ہے، جو موصوف کا سائل پر شدید افتراء یا کم از کم اُن کی سخت غفلت ضرور ہے۔

ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے؟

پیش کردہ دلائل کا تحقیقی جائزہ:۔ باقی غیر مقلد موصوف نے بیک وقت دی گئی تین طلاق کے ایک طلاق رجعی ہونے کے اپنے دعویٰ کے اثبات میں جتنے دلائل پیش کئے ہیں۔ وہ سب نام کے دلائل اور حقیقت میں مغالطات ہیں۔ جو خود موصوف کے بھی خلاف ہیں اور ان میں سے کوئی ایک بھی دلیل ایسی نہیں جسے اُن کے دعویٰ سے کچھ مطابقت ہو یا جو علم و تحقیق کے مقررہ معیار بلکہ خود غیر مقلدی اُصول پر بھی پوری اُترتی ہو۔ تفصیل حسب ذیل ہے۔

دلیل نمبر 1 (کہ بیک وقت تین طلاق دینا ممنوع ہے) کا جائزہ: چنانچہ موصوف نے اس سلسلہ کی پہلی دلیل یہ دی ہے کہ ازروئے شریعت یعنی قرآن وحدیث کے احکام کی رو سے بیک وقت صرف ایک طلاق دی جاسکتی ہے۔ایک سے زیادہ یا تین طلاقیں اکٹھی نہیں دی جاسکتیں۔ (تھوڑا سا آگے لکھا ہے) تو جو کام۔۔۔۔ممنوع ہو وہ کیسے صحیح۔۔۔۔۔۔جب اکٹھے تین طلاقیں دینا منع ہے تو پھر اکٹھے تین طلاقیں ہوتی ہی نہیں۔آگے یہ بھی لکھا ہے کہ "یہ منشاءِ خداوندی ہے۔"ملاحظہ ہو (صفحہ ۱۔۲ ملخصاً بلفظہٖ)

جس کیلئے اُنہوں نے الفاظ آیت "اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاکٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌ بِاِحْسَانٍ "نیز بحوالہ نسائی حدیث محمد بن لبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ "اَیلعب بکتاب اللّٰه وَ انا بَیْنَ اظهر کم "اور عبارت ہدایہ " وطلاق البدعة ان تطلقها ثلثاً بكلمة واحدة او ثلاثا فى طهر واحد "نیز "وكان عاصياً" سے استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے" کہ طلاق دو بار ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا تقاضا ہے ایک ہی بار طلاق نہیں ہوتی بلکہ طلاق رجعی دو بار ہے۔ایک بار میں ہی تین یا ایک سے زیادہ طلاقیں اکٹھے نہیں دینی ہوتی"۔"اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ اکٹھے تین طلاقیں دینا قرآن مجید کے خلاف اور تلعب بکتاب اللہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سُنت مطہرہ کے خلاف ہے"۔ "یہی وجہ ہے کہ فقہائے کرام نے اسے بدعی یعنی شریعت مطہرہ کے طریقہ کے خلاف قرار دیا ہے "اھ بلفظہٖ ملاحظہ ہو ص ۲)

اقول:۔ یہ انہیں کچھ مفید نہیں اور ہمیں کچھ مضر نہیں کیونکہ۔**اولاً۔** دفعۃً تین طلاقیں ممنوع ہونا متفق علیہ نہیں بلکہ بعض ائمہ بلکہ خود غیر مقلدین کے بعض مسلّم پیشوا بھی اس کے جائز اور مطابق سنت ہونے کے قائل ہیں جن میں امام شافعی اور ایک روایت کے مطابق امام احمد بھی شامل ہیں۔رحمہما اللہ تعالیٰ۔حوالہ کیلئے ملاحظہ ہو۔(المغنی لابن قدامة الحنبلی ج ۷ ص ۴۸۰، ۴۸۱ طبع دار الفکر بیروت مطبوعہ ۱۴۰۵ھ) نیز امام بیہقی ،امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالے سے ارقام فرماتے ہیں"ولا يحرم عليه ان يطلق اثنتين ولا ثلثاً لان الله تعالىٰ جلّ ثناؤهٗ اباح الطلاق علىٰ اهله وما اباح فليس بمحظور على اهله" یعنی اکٹھی دو یا تین طلاق دینا حرام نہیں کیونکہ اللہ جل ثناؤہٗ نے اسے خاوند کیلئے مُباح اور جائز قرار دیا ہے۔پس جو چیز اس نے خاوند کیلئے جائز قرار دی ہے وہ ممنوع نہیں ہوسکتی اھ "ملاحظہ ہو (السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۱۱ ص ۷ ۲۰ طبع دار الفکر مطبوعہ ۱۴۱۶ھ)

نیز صحیح بخاری کے ایک مقام پر عُنوان باب سے واضح ہے کہ امام بخاری بھی اسی کے قائل ہیں اور پر لطف بات یہ بھی ہے کہ اس کیلئے امام بخاری نے اسی آیت "اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاکٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌ بِاِحْسَانٍ " سے استدلال فرمایا ہے جسے غیر مقلد موصوف نے اس کے برخلاف پیش کر کے اسے منشاءِ خداوندی بتایا ہے۔گویا اُن کے طور پر امام بخاری بھی منشاءِ خداوندی کے خلاف چل گئے ہیں۔ (والعیاذ باللہ) نہ معلوم اُنہیں اس مقام پر بخاری اچھی کیوں نہیں لگی؟ چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صحیح بخاری شریف (جلد ۲ ص ۹۱ ۷ کتاب الطلاق طبع کراچی) میں یہ عُنوان قائم فرمایا ہے:

باب من اجاز طلاق الثلث لقول الله تعالىٰ الطلاق مرّتان فامساک بمعروف او تسریح

باحسان. یعنی اللہ تعالیٰ کے ارشاد الطلاق مرتان الخ کی رو سے دفعۃً تین طلاق کے جواز کا بیان اھ۔
اس کی شرح میں شیخ الاسلام بدرالدین محمود عینی حنفی رحمہ اللہ علیہ رقمطراز ہیں "ای ھذا باب فی بیان من اجاز تطلیق المرأۃ بالطلاق الثلث دفعۃ واحدۃ وفی روایۃ ابی ذر باب من جوز الطلاق الثلث وھذا اوجہ واوضح، ووضح البخاری ھذہ الترجمۃ اشارۃ الیٰ ان من السلف من لم یجوز وقوع الطلاق الثلث الخ" ملاحظہ ہو (عینی شرح بخاری ج ۲۰ ص ۲۳۳ مصر و پاکستان (کوئٹہ))
نیز حافظ ابن حجر عسقلانی رقمطراز ہیں: قولہٗ (باب من جوز الطلاق الثلاث) کذا لابی ذر للاکثر من اجاز وفی الترجمۃ اشارۃ الیٰ ان من السلف من لم یجوز وقوع الثلث اھ ملاحظہ ہو (فتح الباری ج ۹ ص ۷۵ طبع دار الدیان)
نیز مقتداء غیر مقلد یہ ابن حزم اندلسی نے لکھا ہے "وقالت طائفۃ لیست بدعۃ ولکنھا سنۃ لا کراھۃ فیھا یعنی تین طلاقیں اکٹھی دینا بدعت نہیں بلکہ سنت ہے جس میں کوئی کراہت نہیں۔ ملاحظہ ہو (المحلیٰ بالآثار ج ۹ ص ۳۸۸ طبع دار الکتب العلمیہ بیروت)
نیز اس کے ص ۳۸۷ پر لکھا ہے "قال ابو محمد اما قولھم البدعۃ مردودۃ فصدقوا ولو کانت بدعۃ لوجب ان ترد وتبطل" اھ
نیز حدیث محمود بن لبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں لکھا ہے "واما خبر محمود بن لبید فمرسل ولا حجۃ فی مرسل ومحزمۃ لم یسمع من ابیہ شیئاً" اھ ملاحظہ ہو (المحلیٰ ج ۹ ص ۳۸۹ طبع مذکور)
ثانیاً:۔ اس سے قطع نظر زیادہ سے زیادہ آیت اور حدیث کا مفہوم صرف اتنا ہے کہ بیک وقت اکٹھی تین طلاقیں دینا ناجائز ہے۔ جس کا مفاد صرف یہ ہے کہ ایسا کام نہ کیا جائے۔ رہا یہ کہ اگر کوئی ایسا کرلے تو تینوں پڑ جائیں گی یا نہیں؟ تو نفیاً اثباتاً آیت وحدیث اس کی صراحت سے خاموش ہیں جبکہ عدم جواز، عدم وقوع کو بھی مستلزم نہیں بلکہ اس کے منافی نہیں۔ ظہار کو اللہ تعالیٰ نے قول منکر اور زور قرار دیا کما قال اللہ تعالیٰ "لیقولون منکراً من القول وزوراً" مگر اس کے باوجود وہ شرعاً واقع اور مؤثر ہے۔ اسی طرح کوئی مسلمان اگر مسروقہ چھری سے مغصوبہ بکری کو مالک کے اذن کے بغیر ذبح کردے تو سرقہ اور غصب دونوں کے ناجائز ہونے کے باوجود فی نفسہ بکری کا گوشت حرام شمار نہیں ہوگا۔ اگرچہ مالک کی اجازت کے بغیر اس کا استعمال ممنوع ہوگا۔ خاص مسائل طلاق سے اس کی ایک عمدہ مثال یہ بھی ہے کہ حالت حیض میں طلاق دینا منع ہے۔ مگر اس کے باوجود وہ از روئے شرع واقع بھی ہے، جس پر حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا اس سلسلہ کا واقعہ شاہد عدل ہے جو اہل علم پر قطعاً مخفی نہیں۔
خود غیر مقلد موصوف نے ہدایہ کی جو عبارت پیش کی ہے اس کے درمیان میں صراحت کے ساتھ لکھا ہے (جسے اپنے خلاف پانے کے باعث وہ صاف اُڑا گئے ہیں) "فاذا فعل ذلک وقع الطلاق" اور اس سے متصلاً لکھا ہے "وکان عاصیاً" یعنی بیک وقت تین طلاق دے گا تو ایسا کرنے سے گنہگار ہو جانے کے باوجود تینوں طلاقیں شرعاً واقع ہو جائیں گی اھ ملاحظہ ہو (ہدایہ ج ۲ ص ۳۳۵ کتاب الطلاق طبع اسلام آباد)
الفاظِ دیگر موصوف نے یہ دلائل اس امر کے دیے ہیں کہ بیک وقت تین طلاقیں دینا منع ہیں تا حال انہوں

نے ایسی کوئی صحیح شرعی معیاری دلیل پیش نہیں کی جو اُن کے عدم وقوع کو بیان کرتی ہو جبکہ منع ہونا بھی متفق علیہ نہیں پس اس سے اُن کی تقریب تام نہ ہوئی لہٰذا اس کا اثبات اُن کے ذمہ قرض ہے اور رہے گا۔

الطلاق مرتان سے متعلق مزید گزارش:۔ الطلاق مرتان الخ کے متعلق وبطریق آخر مزید عرض ہے کہ اس کے پسِ منظر کے بارے میں سلف صالحین اور ائمہ تفسیر کے صرف اور صرف دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ زمانہء جاہلیت نیز زمانہء اسلام میں ابتداءً طلاق کی کوئی تعداد متعین نہیں تھی۔ لہٰذا بعض لوگ اپنی بیویوں کو تنگ کرنے کیلئے طلاق دیتے جب عدت ختم ہونے کو آتی تو رُجوع کر لیتے اور یہ سلسلہ جاری رکھتے پس آیت ھـذا اس عدد کے بیان کی غرض سے نازل فرمائی گئی جس تک شوہر کو رُجوع کا حق ہے اور جس کے بعد اس کا حقِ رجوع ختم ہو جاتا ہے۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ آیت کے الفاظ مسنون طریقہ سے طلاق دینے کی تلقین فرمانے کیلئے نازل فرمائے گئے مثلاً یہ کہ حیض کی بجائے طہر میں ہو نیز مجموعاً کی بجائے متفرقاً ہو۔

امام ابن جریر طبری نے پہلے قول کو اولیٰ اور راجح قرار دیا۔ چنانچہ آپ کے الفاظ ہیں "والذی ھو اولی بظاھر التنزیل ماقاله عروة وقتادة ومن قال مثل قولهما من ان الایة انما ھی دلیل علی عدد الطلاق الذی یکون به التحریم الخ" ملاحظہ ہو (تفسیر الطبری ج ۲ ص ۲۷۷ طبع دار المعرفہ بیروت)

ابنِ کثیر نے (جنہیں غیر مقلدین اپنے مسلّم علماء میں شمار کرتے ہیں) نہ صرف یہ کہ اسی قول کو لیا ہے بلکہ متعدد کتب سے کئی دلائل پیش کر کے اسی کو ہی آیت کی تفسیر قرار دیا ہے چنانچہ اس بحث کے آخر میں اس کا واضح اشارہ دیتے ہوئے اُنہوں نے لکھا ہے۔ "ذکرہ السدی وابن زید وابن جریر کذالک و اختار بان ھذا تفسیر ھذہِ الآیة" جبکہ دوسرے قول کو اُنہوں نے ذکر تک نہیں کیا ملاحظہ ہو (تفسیر ابن کثیر ج ا ص ۲۷۱، ۲۷۲ طبع قدیمی کتب خانہ کراچی)

نیز متعدد ائمہ حدیث نے بھی اسی پر اعتماد فرمایا ہے چنانچہ امام ابوداؤد رحمہ اللہ الغفور الودود نے سنن ابی داؤد میں "باب فی نسخ المراجعة بعد التطلیقات الثلث" کا عنوان قائم فرما کر اس کے تحت حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حوالہ سے لکھا ہے۔" وذٰلک ان الرجل کان اذا طلق امرأته فھو احق برجعتھا وإن طلقھا ثلثاً فنسخ ذٰلک فقال الطلاق مرّتان" یعنی پہلے پہل یوں ہوتا تھا تین طلاقوں کے بعد بھی مرد کو اپنی بیوی سے رُجوع کا زیادہ حقدار گردانا جاتا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اسے منسوخ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا "الطلاق مرتان" رُجوع کا حق دو طلاق تک ہے اس کے بعد نہیں۔ اھ ملاحظہ ہو (ج ا ص ۲۹۷ کتاب الطلاق طبع ایچ ایم سعید)

امام نسائی نے بھی بعینہٖ یہی مذکورہ عُنوان قائم فرما کر اس کے تحت اسی روایت کو رکھا ہے ملاحظہ ہو۔ (سنن نسائی المجتبیٰ ج ۲ ص ۱۲۰ طبع قدیمی کراچی)

پس قول اوّل کی رو سے تو دفعۃً تین طلاق کے ارسال کرنے کی ممانعت سے آیت کا کوئی تعلق نہیں لہٰذا بناء بریں اسے ممانعت کی دلیل بنا کر خصوصاً ان ائمہ کے نزدیک درست نہ ہوا جبکہ دوسرے قول کی رو سے

آیت کا تعلق محض دفعۃً تین کے ارسال کرنے کی ممانعت سے ہوگا۔ عدم وقوع سے نہیں۔ (کما مرّ تفصیلہ انفاً وھو المقصود فللہ الحمد اوّلاً و آخراً)

ثالثاً: برسبیل تنزل اگر تین طلاق کے دفعۃً ناجائز ہونے کا یہ مطلب لیا جائے کہ وہ واقع بھی نہیں ہوں گی تو اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلے گا کہ اس صورت میں ایک بھی واقع نہ ہو کیونکہ وہ انہی تین کے ضمن میں ہی تو پائی جاتی ہے مگر اس کے باوجود غیر مقلد موصوف ایک کو تو واقع قرار دے گئے اور باقی دو کو لغو بنا دیا۔ پھر جب اس کی کوئی دلیل ان سے نہ بن پڑی تو اپنے اُصول سے کھلا انحراف کر کے کھلے بندوں قیاس کر کے لکھ گئے اور خود ہی اس میں اُلجھ کر رہ گئے بلکہ بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کے وقوع کو بھی مان کر اپنے سارے کئے پر پانی پھیر گئے۔ جبکہ اس سے قبل احناف کے خلاف یہ رٹ لگاتے ہوئے وہ تھکتے بھی نہیں تھے کہ "اَوَّلُ مَنْ قَاسَ اِبْلِیْسُ" یعنی سب سے پہلے قیاس ابلیس نے کیا تھا۔ فیا للعجب. چنانچہ قیاس سے کام لیتے ہوئے اُنہوں نے لکھا ہے "جیسا کہ کوئی شخص اگر اپنی بیوی کو 10، 100 اور 1000 طلاقیں دے تو اُن میں سے صرف تین نافذ اور لاگو ہوں گی، باقی لاگو اور نافذ نہیں ہوں گی۔ کیونکہ اس کو تین دینے کا حق ہے تین سے زائد نہیں تو اس طرح اسے تین دینے کا حق تو ہے لیکن الگ الگ ایک ماہ یا طہر کے وقفہ سے بیک وقت تین دینے کا حق نہیں ہے تو اس لئے صرف ایک ہوگی" اھ ملاحظہ ہو ص ا

اقول: سبحان اللہ! موصوف کتنی سادگی سے مان گئے ہیں کہ 10، 100 اور 1000 میں سے صرف تین نافذ اور لاگو ہوں گی۔ کیا یہ بیک وقت تین کے وقوع کا کھلا اعتراف نہیں؟ خدارا انصاف۔ باقی اُنہوں نے جو الگ الگ ایک ماہ اور طہر کے وقفہ سے طلاق دینے کا حق بتایا ہے یہ کوئی نئی چیز اُنہوں نے پیش نہیں کی بلکہ وہی پرانی بات ہے جو اوپر کر آئے ہیں۔ جسے اُنہوں نے لفظوں کی تبدیلی سے پیش کیا ہے اور اس کا مآل بھی وہی ہے جو ہم تفصیلاً مع الدلائل بیان کر آئے ہیں کہ یہ زیادہ سے زیادہ بیک وقت تین طلاقیں دینے کی ممانعت کی دلیل ہے، عدم وقوع کی دلیل قطعاً نہیں۔ پھر اُنہوں نے 10، 100 اور 100 پر جو حکم لگایا ہے اور اسی کو بنیاد بنا کر دو کو لغو اور ایک کو مؤثر بتایا ہے، سوال یہ ہے کہ یہ موصوف کا ذاتی عندیہ ہے یا کسی حدیث کا حکم ہے؟ بصورتِ اول وہ حسبِ اُصولِ خود اہلحدیث مذہب سے خارج ہو گئے اور بصورت ثانی اس کا ثبوت مہیا کرنا اُن کے ذمہ قرض ہوا جس کی ادائیگی اُن پر فرض ہوئی۔

عجیب کشمکش: اس مقام پر موصوف کی یہ عجیب کشمکش بھی لائقِ دید ہے کہ سخت پریشانی کے عالم میں وہ کبھی تو اکٹھی تین طلاق کو ایسا کرنے کے ناجائز ہونے پر محمول کرتے اور کبھی اُن کے عدم وقوع کا تأثر دیتے ہیں۔ چنانچہ اُن کے لفظ "بیک وقت ایک طلاق دی جاسکتی ہے" ملاحظہ ہو ص ۲۔ پھر یہ بھی اُنہوں نے لکھا ہے:۔

"جب اکٹھے تین طلاقیں دینا منع ہے تو پھر اکٹھے تین طلاقیں ہوتی ہی نہیں۔

"نیز کبھی وہ دعویٰ ایک رجعی کا کرتے ہیں اور توجیہہ میں مطلقاً ایک طلاق دینے کی بات کرتے ہیں جبکہ ایک طلاق کا رجعی ہونا کچھ لازم نہیں، ایک بائنہ بھی ہوتی ہے۔ (کما مرّ)

نیز اُن کا یہ جملہ بھی بار بار پڑھیے اور سر دھنیے کہ "اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا تقاضا ہے ایک ہی بار طلاق نہیں

ہوتی بلکہ طلاق رجعی دو بار ہے ایک بار میں ہی تین یا ایک سے زیادہ اکٹھی طلاقیں نہیں دینی ہوتیں" (ملاحظہ ہو ص ۲)

ایک اور لاجواب قیاس:۔ اس سلسلہ میں مزید لاجواب قیاس کرتے ہوئے موصوف نے لکھا ہے "جیسا کہ نکاح کے وقت تین دفعہ ایجاب وقبول کرایا جاتا ہے تو اس سے صرف نکاح ایک ہوتا ہے تین نہیں۔ تو اس صورت میں بھی تین طلاقیں نہیں ہوں گی بلکہ صرف ایک ہوگی" اھ بلفظہ ملاحظہ ہو ص ۲)

اقول:۔ نہ معلوم انعقاد نکاح کیلئے تین دفعہ ایجاب وقبول کا حکم کس حدیث میں اور موصوف کے اس عمل کی بنیاد کس دلیل شرعی پر ہے؟ پھر نکاح وطلاق (جو ایک دوسرے کے برعکس ہیں) کا ایک دوسرے پر قیاس بھی کتنا عجیب ہے۔ نیز اس سے برآمد ہونے والا فلسفہ بھی کہ گویا ایک مرد ایک عورت پر جسے تین بار طلاق کا حق رکھتا ہے اسی طرح نکاح کا حق بھی اسے تین بار رہی ہے۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ نیز کوئی شخص اگر اپنی تین عزیزوں (جن کا وہ شرعی ولی ہو ان میں سے ایک بیٹی ہو ایک بھانجی اور ایک بھتیجی ہو مثلاً ان) کا نکاح وہ بیک وقت دفعۃً کسی سے کردے تو نہ معلوم موصوف اُسے ایک نکاح کہیں گے یا تین؟ (فوااسفاعلی ضیعة العلم والادب)

دلیل 2۔ (کہ عہد نبوی، عہد صدیقی اور ابتداء عہد فاروقی میں تین طلاقیں ایک ہوتی تھیں) **کا جائزہ:۔**

غیر مقلد موصوف نے ایک مجلس میں بیک وقت دی گئی تین طلاق کے ایک ہونے کے اپنے دعویٰ کے ثبوت میں دوسری دلیل یہ پیش کی ہے کہ:۔

"نیز جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اور جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دو سالوں میں تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دیا جاتا تھا۔ (صحیح مسلم شریف کتاب الطلاق) اور یہی حدیث سنن ابی داؤد شریف ص ۱۰۰ ج ۲ میں بھی موجود ہے اھ بلفظہ ملاحظہ ہو ص ۲"

اقول:۔ یہ بھی موصوف کے دعویٰ کی کسی طرح دلیل نہیں کیونکہ:۔ **اولاً:** اس کا کوئی ایک بھی لفظ ایسا نہیں جس کا معنی بیک وقت اکٹھی یا ایک مجلس کی تین طلاق ہو جبکہ جس امر کا ثابت کرنا اُن کے ذمہ ہے وہ یہی ہے کیونکہ وہ اسی کے مدّعی ہیں۔ پس جب تک وہ حسبِ دعویٰ خود دلیل پیش نہ کریں اُن کی تقریب تامّ نہیں۔ لہٰذا کسی صحیح معیاری دلیل سے وہ اس کی نوعیت متعین کریں کہ اس سے مراد کون سی تین طلاق ہیں۔

ثانیاً:۔ سنن ابی داؤد شریف جس کا حوالہ موصوف نے دیا ہے اس میں صراحت کے ساتھ موجود ہے کہ اس کا تعلق غیر مدخولہ سے ہے یعنی وہ منکوحہ جسے قبل از رخصتی تین طلاقیں دی گئی ہوں، ہر عورت سے نہیں۔ چنانچہ اس کے لفظ ہیں۔ "كان اذا طلق الرجل امرأته ثلثا قبل ان يدخل بها جعلوها واحدة على عهد رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ابى بكر وصدراً من امارته عمر فلما رأى الناس قد تتايعوا فيها قال اجيزوهن عليهم" اھ ملاحظہ ہو (ج ۱ ص ۲۹۹ طبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

بناء بریں یہ غیر مقلدین کی دلیل نہ ہوئی کیونکہ وہ اس کا تعلق مدخولہ سے جوڑ کر ہی جواز رجوع کا فتویٰ دیتے ہیں۔ جس کی ایک دلیل خود پیشِ نظر استفتاء بھی ہے۔ جس کا غیر مقلد موصوف نے جواب لکھ کر میاں بیوی کو پرزور طریقہ سے صلح کرلینے کا مشورہ دیا ہے۔

ثالثاً:۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جن سے یہ روایت منسوب ہے، آپ خود اس کے برخلاف فتویٰ دیتے اور فرماتے تھے کہ تین طلاق کی صورت میں عورت اپنے شوہر سابق کیلئے حلالہ کے بغیر حلال نہیں رہتی۔ ملاحظہ ہو (سنن ابی داؤد ج اص ۲۹۹ طبع کراچی۔ بیہقی ج ۱۱ص ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵ طبع بیروت وغیرھما) جو روایت کے محل نظر ہونے کی دلیل ہے۔ ورنہ حضرت ابن عباس پر بزعم غیر مقلدیہ مخالفت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا الزام آئے گا۔ اس طرح سے بھی یہ روایت محلِ نظر ٹھہرے گی۔ علاّمہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ ارقام فرماتے ہیں۔ "لان ابن عباس ھو راوی الحدیث وقد خالفه بعمله وفتیاہ وھٰذا یدل علی ناسخ ثبت عندہٗ او مانع شرعی منعه من العمل" اھ ملاحظہ ہو (المفہم ج ۴ص ۲۴۰ دار ابن کثیر دمشق بیروت)

رابعاً:۔ ائمۂِ شان نے اسے سخت نا قابلِ احتجاج اور غلط قرار دیا ہے۔ چنانچہ امام بیہقی فرماتے ہیں یہ حدیث ان احادیث میں سے ایک ہے جن کے بارے میں امام بخاری اور امام مسلم کا اختلاف ہوا ہے۔ بس امام مسلم نے اسے لے لیا اور امام بخاری نے اسے ترک فرمایا ہے اور میرے خیال کے مطابق ان کے اس چھوڑ دینے کی وجہ یہ ہے کہ یہ روایت حضرت ابن عباس کے مسئلہ ھذا میں اپنے مذہب کے خلاف ہے جو متعدد روایات میں مذکور ہے۔ ملاحظہ ہو (بیہقی ج ۱۱ص ۲۲۳)

نیز امام قرطبی علیہ الرحمہ امام ابن عبدالبر کے حوالے سے لکھتے ہیں "ما کان ابن عباس لیخالف رسول اللہ صلی اللہ علی و آله وسلم والخلیفتین الیٰ رأی نفسه وروایة طاووس وھم وغلط لم یعرج علیھا احد من فقهاء الامصار بالحجاز والعراق والشام والمشرق والمغرب وقد قیل ان ابا الصهباء لا یعرف فی موالی ابن عباس "یعنی حضرت ابن عباس سے یہ باور نہیں کیا جا سکتا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے دو خلفاء کی مخالفت کریں۔ روایت طاؤس وہم اور غلط ہے کیونکہ حرمین طیبین، عراق، شام اور شرق وغرب کے فقہاء میں سے کسی نے بھی اس پر اعتماد نہیں کیا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس روایت کے مرکزی راوی ابو الصہباء کا شمار حضرت بن عباس کے زرخریدوں میں ہونا معروف نہیں۔ ملاحظہ ہو (المفہم ج ۴ص ۲۴۰ طبع دمشق)

خامساً:۔ علاوہ ازیں اس کا کوئی ایک بھی لفظ ایسا نہیں جس کا یہ معنیٰ ہو کہ ان تین طلاقوں کا ایک ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلہ اور حکم سے تھا۔ زیادہ سے زیادہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اس زمانہ کے کچھ لوگ تین کو ایک سمجھتے تھے۔ باقی وہ لوگ کون تھے؟ اس کی اس میں کچھ وضاحت نہیں ہے۔ پس یہ روایت سرے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہی نہیں ہے۔ یہی تفصیل عہدِ صدیقی اور فاروق اعظم کے ابتدائی دور خلافت کے الفاظ کے متعلق بھی ہے۔ پس یہ بھی کسی طرح سے اُن کی دلیل نہ ہوئی۔

امام قرطبی رحمہ اللہ نے المفہم (ج ۴ص ۲۳۹ طبع بیروت) میں نیز غیر مقلدیہ کے مسلّم امام ابن حزم ظاہری نے بھی المحلیٰ (ج ۹ص ۳۹۱۔ ۳۹۲ طبع بیروت) میں روایت ھٰذا کے حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونے سے صاف انکار کر کے اپنے مدمقابل کو اس پر سخت جھنجھوڑا ہے۔

سادساً:۔ اس سب سے قطع نظر یہ روایت خود غیر مقلدین کے بھی صریحاً خلاف ہے کیونکہ اس میں ایک مجلس یا

تین مختلف مجالس کی تین طلاق کا کوئی فرق نہیں ہے۔ جبکہ خود غیر مقلد بھی ایک ہی وقت میں مثلاً تین قدموں پر دی گئی تین طلاق کے مؤثر ہونے کے قائل ہیں۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو۔ (فتاویٰ اہلحدیث از مولوی عبداللہ روپڑی صاحب)

دلیل 3 (روایت رکانہ رضی اللہ عنہ) کا جائزہ۔ اس سلسلہ کی تیسری دلیل غیر مقلد موصوف نے یہ پیش کی ہے کہ "حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے کہ اُنھوں نے اپنی بیوی کو اکٹھے تین طلاقیں دے دیں پھر غمگین ہو کر خدمتِ نبوی میں آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا فانما هي واحدة فارجعها ان شئت فراجعها (مسند احمد بن حنبل و مسند ابی یعلیٰ) کہ یہ ایک طلاق ہے اگر تم چاہو تو رجوع اور صلح کرلو چنانچہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اُنہوں نے رجوع اور صلح کر لی تھی "اھ ملاحظہ ہو ص ۳

اقول:۔ یہ بھی موصوف کی کسی طرح دلیل نہیں کیونکہ یہ بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے جس کے وہ خود قائل نہیں ہیں۔ جس کی تفصیل ابھی گزری ہے۔ علاوہ ازیں اس کی سند میں داؤد بن الحصین ہے جس نے یہ روایت عکرمہ سے لی ہے۔ ملاحظہ ہو۔ مسند احمد ج ا ص ۲۶۵ طبع مکۃ المکرّمہ۔ مسند ابی یعلیٰ ج ۳ ص ۶۴۔۶۵ حدیث ۲۴۹۵ طبع بیروت۔

جبکہ ائمہ عِ شان کی تصریحات کے مطابق اس کی ہر وہ روایت جو عکرمہ سے ہو منکر اور سخت ضعیف ہوتی ہے۔ چنانچہ امام ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری کے اُستاذ (جن سے وہ سب سے زیادہ متاثر تھے یعنی) امام علی بن المدینی نے فرمایا "ماروی عن عکرمة فمنکر "یعنی عکرمہ سے اس کی جملہ روایات منکر (سخت ضعیف ہیں) ہیں۔ نیز امام ابوداؤد کا ارشاد ہے:۔ احادیثهٔ من شیوخه مستقیمة واحادیثه عن عکرمة منا کیر "یعنی عکرمہ سے روایت کردہ تمام حدیثیں سخت ضعیف ہوتی ہیں۔ [جبکہ روایت ھٰذا اُس نے عکرمہ ہی سے بیان کی ہے۔ (سعیدی بقلمہٖ)] البتہ دوسرے شیوخ سے درست ہوتی ہیں۔

علاوہ ازیں امام ابن عیینہ نے فرمایا "کنا نتقی حدیث داؤد" (داؤد بن الحصین کی روایت سے ہم بچتے تھے)۔ ابوزرعہ نے کہا وہ لِیّن ہے۔ ابوحاتم نے کہا وہ قوی نہیں ہے۔ عباس دوری نے کہا میرے نزدیک وہ ضعیف ہے۔ جوزجانی نے کہا محدثین اس کی بیان کردہ حدیث کو پسند نہیں کرتے۔ امام ساجی نے فرمایا خارجی مذہب رکھتا تھا اور منکر الحدیث بھی تھا۔ ابن حبّان کا قول ہے کہ خارجی مذہب کا حامل تھا۔ ایک روایت کے مطابق اس پر قدری ہونے کا الزام بھی ہے اھ ملخصاً

ملاحظہ ہو (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۹۳ تا ص ۹۷ طبع سانگلہ ہل، تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۱۵۷ طبع مصر و بیروت)

عکرمہ:۔ علاوہ ازیں اس کا مرکزی راوی عکرمہ ہے۔ جو حضرت ابنِ عباس کا زرخرید غلام تھا۔ اس پر محدثین کے دوسرے اعتراضات (مثلاً یہ کہ وہ حضرت مولیٰ علی کا دشمن اور خارجی ہوگیا تھا اس) کے علاوہ ایک بڑا اعتراض یہ بھی ہے کہ وہ روایتیں بنا کر اُنہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالہ سے بیان کرتا تھا۔ پس عین ممکن ہے کہ یہ روایت بھی اس نے از خود بنا کر حضرت موصوف سے منسوب کردی ہو۔ چنانچہ یحییٰ البکا نے کہا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر سے سُنا آپ اپنے غلام نافع سے فرمارہے تھے کہ نافع! تم اللہ سے ڈرنا "ولا تکذب علیّ کما کذب عکرمة علی ابن عباس "مجھ سے جھوٹی باتیں

منسوب مت کرنا جیسے عکرمہ نے حضرت ابن عباس سے جھوٹی باتیں منسوب کیں۔ (باقی محدثین نے جو اس سے لاعلمی ظاہر کی ہے وہ کچھ مضر نہیں کیونکہ علم، عدمِ علم پر حاوی اور حاکم ہوتا ہے)۔
اسی طرح جلیل القدر تابعی سعید بن المسیب نے بھی اپنے غلام "برد" سے فرمایا "لا تکذب علیّ کما یکذب عکرمة علی ابن عباس" جس طرح عکرمہ نے حضرت ابنِ عباس سے خود ساختہ روایتیں منسوب کیں تم میرے حوالے سے یہ کام مت کرنا۔ نیز عبدالرحمٰن سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ عکرمہ نے حضرت ابنِ عباس کے حوالہ سے ایک حدیث بیان کرتے ہوئے کہا کہ میں نے آپ کو یوں فرماتے ہوئے سُنا۔ کہتے ہیں میں نے اسے نوٹ کرنے کیلئے دوات منگوائی، تو عکرمہ نے کہا آپ کو یہ روایت بہت پسند آئی ہے؟ میں نے کہاہاں۔ اس نے کہا آپ اسے لکھ لینا چاہتے ہیں؟ میں نے کہاہاں۔ بولا "انما قلته برأيي" میں نے یہ روایت ازخود بیان کی ہے۔ نیز امام عبداللہ نے فرمایا عکرمہ "مضطرب الحدیث" ہے۔ ملاحظہ ہو (تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۲۳۷۔۲۳۹) علاوہ ازیں علامہ ذہبی نے عکرمہ کی ایک روایت (جسے اس سے داؤد بن الحصین نے لیا ہے) نقل کرنے کے بعد محدث ابن عدی کے حوالہ سے لکھا ہے:۔ "البلاء فیہ من بعد داؤد" یعنی اس روایت کی ساری خرابی داؤد کے بعد والے راوی (عکرمہ) کی وجہ سے۔ اس کے بعد اُنہوں نے غیر مقلد موصوف کی پیش کردہ مبحث فیہا روایت کو نقل کیا ہے۔ جو اس پر اُن کی واضح چوٹ اور سخت اعتراض ہے (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۶ طبع مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل)
علاوہ ازیں امام ابوداؤد نے فرمایا کہ حضرت رکانہ کے متعلق جو روایت اُن کے اہلِ خانہ سے مروی ہے اس میں طلاق ثلثہ کی بجائے طلاق بتہ کا ذکر ہے اور یہی اصح (راجح) ہے۔ مکمل عبارت ملاحظہ ہو: "قال ابو داؤد وحديث نافع بن عجير وعبدالله بن علي بن يزيد بن رُكانة عن ابيه عن جده ان ركانة طلق امرأته فردها اليه النبي صلى الله عليه وسلم اصح لانهم ولدالرجل واهله اعلم به ان ركانة انما طلق امرأته البتة فجعلها النبي صلى الله عليه وسلم واحدة" ملاحظہ ہو (سُنن ابی داؤد شریف ج ۱ ص ۲۹۹ طبع کراچی)
امام ابوداؤد رحمہ اللہ کا یہ فیصلہ امام بیہقی نے بھی ان سے استناداً نقل کیا ہے۔ ملاحظہ ہو (السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۔۔ طبع بیروت)
یعنی قصہ ھذا میں اصح اور راجح یہ ہے کہ حضرت رکانہ نے تین طلاق نہیں بلکہ طلاق بَتّہ دی تھی جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک تسلیم فرماتے ہوئے اُن کی بیوی سے اُنہیں صلح کر لینے کی اجازت عطا فرمائی کیونکہ یہ اُن کی اولاد نافع بن عجیر اور عبداللہ بن علی کی روایت ہے جبکہ اس جیسے اُمور کا اہلِ خانہ ہی کو بہتر علم ہوتا ہے اھ۔
نیز آگے چل کر امام ابوداؤد نے روایت نافع اور روایت عبداللہ کے لکھنے کے بعد مزید تنبیہ فرماتے ہوئے فرمایا ہے "هذا اصح من حديث ابن جريج ان ركانة طلق امرأته ثلثا لانهم اهل بيته وهم اعلم به" یعنی یہ روایتیں ابن جریج کی اس روایت سے جس کا مضمون یہ ہے کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی تھیں، راجح ہیں کیونکہ وہ اُن کے گھر والے ہیں جو گھر کے معاملے کو دوسروں سے بہتر جانتے ہیں۔
ملاحظہ ہو (سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۳۰۰۔۳۰۱ طبع ایچ ایم سعید کراچی)

تنبیہ :۔اقول۔ حدیث ابن جریج سے مراد اس کا مضمون ہے لہذا امام ابوداؤد کا یہ اعتراض اس سلسلہ کی ہر

اس روایت پر ہے جس میں طلاق بَتَّـــــہ کی بجائے طلاق ثلٰثہ مذکور ہو، کیونکہ اس کی تعلیل اُنہوں نے
"صاحب البیتِ ادریٰ بما فیه" (گھر والا ہی گھر کے معاملہ کو بہتر جانتا ہے) کے اُصول سے فرمائی ہے
جو ظاہر ہے کہ دیگر غیر اہل خانہ کی روایات کو بھی شامل ہے لہذا مختصمین کا روایت احمد وابی یعلیٰ
(بطریق ابن اسحاق جو غیر مقلد موصوف نے بھی پیش کی اور زیرِ بحث ہے) کو امام ابوداؤد کی اس چوٹ
سے مستثنیٰ قرار دینا محض سینہ زوری ہے، کیونکہ وہ اجانب کی روایت ہے۔ امام ابن حجر نے بھی یہ اشارہ
ہے حوالہ آگے آرہا ہے۔ (فافهم ولا تكن من الغافلين واحفظ ثنهٗ ينفعك كثيراً انشاء الله رب العالمين)
علاوہ ازیں امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔"ان اباداؤد رجح ان ركانة انما طلق امرأته
البتة كما اخرجه هو من طريق آل بيت ركانة وهو تعليل قوى لجواز ان يكون بعض رواته حمل البتة
على الثلٰث فقال طلقها ثلثا فبهذه النكتة يقف الاستدلال بحديث ابن عباس "یعنی امام ابوداؤد نے
قصہ ہٰذا میں رکانہ کے اہلِ خانہ کی روایت کے ذریعہ اس امر کو ترجیح دی ہے کہ اُنہوں نے محض طلاق بَتَّہ
دی تھی۔ امام ابوداؤد کی یہ توجیہہ بہت مضبوط ہے کیونکہ ممکن ہے کہ اس کے بعض رواۃ نے لفظ بَتَّـــہ کو تین
محمول کر کے روایت بالمعنیٰ کے طور پر "طلقها ثلثا" کے لفظوں سے بیان کر دیا ہو (کہ بتّہ کنایات
ہے جس میں تین کی نیت بھی معتبر ہے) اسی نکتہ کے پیشِ نظر حضرت ابن عباس کی (مسلم وغیرہ والی
روایت کا حل بھی نکالا جا سکتا ہے (کہ ممکن ہے کہ اس میں دراصل لفظ بَتَّـــــہ ہی ہو جسے راوی نے روایت
بالمعنیٰ کے طور پر طلاق الثلاث کے الفاظ سے بیان کر دیا ہو۔) اھ ملاحظہ ہو) فتح الباری ج ۹ ص ۲۷۵-۲۷۶ طبع مصر
علاوہ ازیں حضرت موصوف غیر مقلد کی پیش کردہ مسند احمد وابی یعلیٰ والی مبحث فیہ روایت ابنِ اسحاق کے
بارے میں ارقام فرماتے ہیں"وفی سندهما ابن اسحق وفيه مقال وقدوری ابو داؤد من وجه
آخر احسن منه ان ركانة طلق امرأته سهيمة البتة فقال والله ماردت بها الا واحدة فردها الى
النبی صلی الله علی وآله وسلم "یعنی مسند احمد وغیرہ کی اس روایت کی سند میں ابنِ اسحٰق ہے جس پر
ائمہ حدیث کو اعتراض ہے۔ جبکہ امام ابوداؤد ایک اور طریق سے یہ روایت لائے ہیں جو اس سے بدرجہا
بہتر ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت رکانہ نے اپنی بیوی سہیمہ کو طلاق بَتَّـــــہ دی تھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم سے عرض کیا تھا کہ قسم بخدا میں نے اس لفظ سے صرف ایک ہی طلاق کی نیت کی ہے۔ تو آپ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے اُنہیں اُن کی اس بیوی سے صلح کر لینے کی اجازت مرحمت فرمائی تھی۔ ملاحظہ ہو (بلوغ
المرام مع شرح الیمانی ص ۳۳۳ طبع دار الکتب العلمیہ بیروت)
نیز حافظ صاحب موصوف کی اس عبارت کو امام غیر مقلدیہ نواب صدیق حسن خان بھوپالی نے بھی نقل
اور مزید لکھا ہے کہ "وصححه ايضاً ابن حبان والحاكم "یعنی محدث ابن حبان اور امام حاکم نے
طلاق بتّہ والی روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو: (مسک الختام ج ۳ ص ۲۸۴ طبع مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل
حافظ صاحب موصوف مزید لکھتے ہیں "وفی الباب عن ابن عباس رواه احمد والحاكم وهو معلل
ایضاً "یعنی قصہ رکانہ حضرت ابن عباس سے امام احمد اور امام حاکم نے بھی روایت کیا ہے وہ بھی

ضعیف ہے۔ملاحظہ ہو (التلخیص الحبیر ج ۳ ص ۲۱۳ طبع بیروت)
نیز علامہ محی السنہ شرف الدین نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔"وانما الصحیح منها ماقدمناه انه طلقها البتة محتمل للوحداة والثلٰث ولعل صاحب هذا الرواية الضعيفة اعتقد ان لفظ البتة يقتضي الثلاث فرواه بالمعنىٰ الذي فهمه وغلط في ذالک "یعنی حضرت رکانہ کے اس قصہ میں صحیح وہی ہے جسے ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اُنہوں نے لفظ بَتَّـــہ سے اپنی بیوی کو طلاق دی تھی (تین طلاق نہیں) جبکہ لفظ بَتَّـــہ ایک طلاق اور تین طلاق دونوں کا احتمال رکھتا ہے۔لگتا یہ ہے کہ تین طلاق والی اس ضعیف روایت کے راوی نے یہ سمجھتے ہوئے کہ لفظ بَتَّـہ تین کا بھی محتمل ہے،اسے اپنی فہم کے مطابق بالمعنیٰ روایت کرلیا اور اس سے اس میں یقیناً غلطی ہوئی۔اھ۔ملاحظہ ہو (نووی شرح مسلم ج ا ص ۴۷۸ طبع کراچی)

دلیل 4: (حضرت ابن عباس سے منسوب ایک فتویٰ) کا جائزہ۔ غیر مقلد موصوف نے اس سلسلہ کی چوتھی دلیل یہ پیش کی ہے کہ "جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اذا قال انت طالق ثلاثاً بفم واحد فهي واحدة" (سنن ابی داؤد شریف کتاب الطلاق) کہ اگر تم ایک ہی منہ سے تین طلاقیں کہہ دو تو یہ ایک طلاق ہے۔اھ بلفظہٖ۔(ملاحظہ ہو ص ۳)

اقول:۔نہایت ہی افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ غیر مقلد موصوف نے اس مقام پر قطع و برید سے کام لے کر سخت مجرمانہ خیانت کا ارتکاب کیا ہے۔کیونکہ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ ان الفاظ کو تردیداً لائے ہیں جس کی تردید اسی ابوداؤد میں ان الفاظ سے قبل بھی اور ان کے لانے کے بعد بھی موجود ہے پس اس طرح سے موصوف نے حضرت ابن عباس اور حضرت امام ابوداؤد (رضی اللہ عنہم) دونوں پر جھوٹ بھی بولا ہے۔چنانچہ اسی عبارت سے قبل امام ابوداؤد نے اوّلاً بطریق مجاہد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا تین طلاق سے متعلق حرمت غلیظہ کا حکم نیز طلاق دہندہ کو ڈانٹ پلانے کا ذکر کیا۔پھر فرمایا کہ یہی امر بطرق متعددہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے متعلق اُن کے دیگر تلامذہ (حضرت سعید بن جبیر، عطاء، مالک بن حارث اور عمرو بن دینار) کے حوالے سے بھی منقول ہے کہ ان سب نے بھی آپ کا یہی مذہب ہونا ذکر کیا ہے۔حَیثُ قَالَ "کلهم قالوا في الطلاق انه جازها قال وبانت منک"اھ ملاحظہ ہو (سنن ابی داؤد مع عون المعبود ج ۲ ص ۲۲۷)

اس کے تحت غیر مقلد موصوف کے ایک پیشرو نے لکھا ہے "اي امضاها ولم يقل انها واحدة "یعنی آپ نے تین طلاقوں کو نافذ قرار دیا اور اُن کے ایک ہونے کا فتویٰ نہ دیا۔اھ ملاحظہ ہو (عون المعبود شرح ابی داؤد ج ۲ ص ۲۲۷ طبع فاروقی ملتان)

نیز اس سے تھوڑا سا پہلے حافظ ابن حجر عسقلانی کے حوالہ سے غیر مقلد مذکور نے لکھا ہے "وفتویٰ ابن عباس هٰذا يدل علىٰ ان الرجل اذا طلق امراته ثلثاً مجموعة بانت منهم "یعنی حضرت ابن عباس کا یہ فتویٰ اس امر کی واضح دلیل ہے کہ اکٹھی تین طلاقیں دینے سے عورت اپنے شوہر کے نکاح سے ہمیشہ کیلئے نکل جاتی ہے۔ملاحظہ ہو (عون المعبود ج ۲ ص ۲۲۷ طبع فاروقی ملتانی)

اس کے بعد امام ابوداؤد نے "حماد بن زيد عن ايوب عن عكرمة عن ابن عباس " کر کے ہمارے مدّ

مقابل غیر مقلد موصوف کے نقل کردہ الفاظ کا ذکر کیا ہے ملاحظہ ہو(سنن ابی داؤد مع عون المعبود ج ۲ ص ۲۲۷)
جس سے امام ابوداؤد واضح طور پر "بفم واحد" والی روایت کا شاذ مردود ہونا بیان فرمانا چاہتے ہیں۔
علاوہ ازیں اس کے بعد متصلاً امام ابوداؤد نے سرے سے ان الفاظ کا قول ابنِ عباس ہونا ہی محل نظر اور
مخدوش ہونا بیان کرتے ہوئے فرمایا" ورواہ اسمٰعیل بن ابراھیم عن ایوب عن عکرمۃ ھذا قولہ لم
یذکر ابن عباس وجعلہٗ قول عکرمۃ" اس میں ھذا کا مشارالیہ متعین کرتے ہوئے غیر مقلد شارح
نے لکھا ہے "ای کون الطلاق الثلٰث بفم واحد واحدۃ "یعنی اسمٰعیل بن ابراہیم نے ایوب کے
حوالے سے بیان کیا کہ بفم واحد تین طلاق کو ایک قرار دینے والا یہ قول حضرت ابن عباس کا نہیں بلکہ
عکرمہ کا ہے۔ ملاحظہ ہو(ابوداؤد مع عون المعبود ج ۲ ص ۲۲۷ طبع فاروقی ملتانی)

اس بحث کے بعد امام ابوداؤد اپنا فیصلہ سناتے ہوئے فرماتے ہیں" وصار قول ابن عباس فیما حدثنا
احمد بن صالح ومحمد بن یحیٰ الخ "یعنی حضرت ابن عباس کا اس بارے میں مذہب وہی ہے جو
احمد بن صالح اور محمد بن یحیٰ نے ہمیں اپنی اسناد سے بیان کیا ہے۔(اس کے بعد امام ابوداؤد نے حضرت
ابن عباس حضرت ابوہریرہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم تینوں کا نیز امام مالک کے حوالے
سے خصوصیت کے ساتھ حضرت ابن عباس کا تین طلاق سے متعلق فتویٰ بیان فرمایا ہے کہ " لاتحل حتی
تنکح زوجا غیرہ "یعنی حتی تنکح زوجا غیرہ کی شرط کے پورا کیے بغیر عورت اپنے شوہر اوّل کیلئے
حلال نہیں)۔ ملاحظہ ہو(ابوداؤد مع عون المعبود ج ۲ ص ۲۲۷ طبع فاروقی ملتانی)

اس کے تحت غیر مقلد شارح نے لکھا ہے:۔"وغرض المؤلف ان ابن عباس ترک الافتاء بکون
الثلٰث واحدۃ وصار قائلاً بان المرأۃ لاتحل بعدالثلٰث حتی تنکح زوجاً غیرہٗ "یعنی امام ابوداؤد
اپنے ان الفاظ (صار قائلا الخ) سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے تین طلاق کے ایک
ہونے کا فتویٰ دینا چھوڑ دیا تھا اور آپ اس کے قائل ہوگئے تھے کہ تین طلاقوں کے بعد عورت حلالہ کے بغیر
اپنے شوہر سابق کیلئے حلال نہیں رہتی اھ ملاحظہ ہو(ابوداؤد مع عون المعبود ج ۲ ص ۲۲۷ طبع فاروقی ملتانی)
اقول:۔ اگرچہ امام ابوداؤد کا اس عبارت سے وہ مقصد نہیں جو غیر مقلد شارح مذکور نے بیان کیا ہے
(کیونکہ آپ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ "بفم واحد" والا قول حضرت ابنِ عباس کا نہیں عکرمہ کا ہے۔ اگر
ہو بھی سہی تو روایت شاذ مردود ہے کما مرّ انفاً۔ تاہم پھر بھی اس سے مقصد حاصل ہو جاتا ہے کہ حضرت
ابنِ عباس تین طلاق کے ایک ہونے کے قائل نہیں تھے۔

نیز امام ابوداؤد نے مزید فرمایا"وقول ابن عباس ھو ان الطلاق الثلٰث تبین من زوجھا مدخولا بھا
او غیر مدخول بھا لاتحل حتی تنکح زوجاً غیرہٗ "یعنی مسئلہ ھٰذا میں حضرت ابن عباس کا مذہب
اور فتویٰ یہ ہے کہ تین طلاق کے بعد عورت اپنے شوہرِ سابق سے حلالہ کے بغیر صلح نہیں کرسکتی۔ عام ازیں
کہ وہ مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ" اھ (ابوداؤد مع عون المعبود ج ۲ ص ۲۲۷ طبع فاروقی ملتانی)

مزید وضاحت از امام ابوداؤد:۔ ھٰذا مثل خبر الصرف قال فیہ ثم انہ رجع عنہ یعنی ابن عباس

اھ (ابوداؤد مع عون المعبود ج ۲ ص ۲۲۷ طبع فاروقی ملتانی)

اس کے تحت غیر مقلد شمس الحق صاحب عظیم آبادی لکھتے ہیں:۔"فاعلم ان المؤلّف یقول ان ابن عباس کان یقول اولاً بجعل الطلاق الثلاث واحدة ثم رجع عنه وقال بوقوع الثلاث کما کان یقول اولاً فی الصرف من انه لاربا فی النسیئة ثم رجع عنه قال بربا الفضل "یعنی امام ابوداؤداس سے مثال دے کر یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جس طرح ابن عباس رضی اللہ عنہما بیع صرف میں صورۃ نسیئہ کے بغیر ربا کے قائل نہیں تھے پھر آپ نے اس سے رجوع فرمالیا، اسی طرح آپ اولاً تین طلاق کے تین ہونے کے قائل نہیں تھے پھر اس سے بھی آپ نے رُجوع فرمالیا تھا۔اھ (ملاحظہ ہو عون المعبود لحل مشکلات سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۲۸ طبع فاروقی ملتانی)

امام ابن الاثیر سے اس کی وضاحت:۔نیز امام ابن الاثیر جزری نے بھی"بفم واحد"والی اس روایت کو محلّ نظر اور غیر معتبر قرار دیا ہے۔ چنانچہ جامع الاصول من احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم (ج ۸ حدیث ۵۷۳۳ ص ۶۷ ۳ طبع دارالباز و داراحیاء التراث العربی بیروت) میں رقمطراز ہیں:"قال اذا قال انت طالق ثلٰثا بفم واحد فھی واحدة اخرجه ابوداؤد وفی روایة اخریٰ لم یذکر ابن عباس وجعله قول عکرمة وفی روایة ذکرھا رزین انه کان یقول اذا قال انت طالق انت طالق انت طالق ثلاث مرّات فھی واحدة ان اراد التوکید للاولیٰ وکانت غیر مدخول بھا"یعنی ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا جب کوئی شخص اپنی بیوی کو بفم واحد انت طالق ثلاثاً کہے تو یہ ایک طلاق بنے گی۔انہی کی ایک اور روایت میں ہے کہ یہ حضرت ابن عباس کا نہیں اُن کے غلام عکرمہ کا قول ہے۔جبکہ محدّث رزین کی روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباس نے ایک ہونے کا یہ حکم بفم واحد تین طلاق کی بجائے تین بار متفرق طور پر اَنتِ طَالِقٌ کہنے کے بارے میں فرمایا تھا اھ۔

دلیل 5 (تین طلاق کی ایک ہونے پر اجماع ہے) کا جائزہ:۔اس سلسلہ کی مزید دلیل غیر مقلد موصوف نے یہ پیش کی ہے کہ "دورنبوی اور دور صدیقی میں صحابہ کرام کا اس پر اجماع سکوتی ہے"نیز"یہ خلافت صدیقی میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس پر اجماع ہے اور اس اجماع پر جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دوسالوں میں عمل بھی ہوتا رہا"بلفظہ ملخصاً ملاحظہ ہو (غیر مقلدی فتویٰ ص ۲-۳)

اقول:۔یہ غیر مقلد موصوف کا خلافِ واقعہ دعویٰ ہے جس کے ثبوت میں وہ پوری چودہ سوسالہ (۱۴۰۰) تاریخ اسلامی کے کسی عالم کی ایسی ایک عبارت بھی نہیں دکھا سکے، جس میں اُن کے اس مزعوم کے متعلق اجماع ہونے کی تصریح تو کجا اس کی طرف ہلکا سا اشارہ بھی ہو۔دراصل اُن کے اس دعویٰ کی بنیاد اُن کی پیش کردہ حضرت ابن عباس کے حوالہ سے بیان کی جانے والی زیرِ بحث روایتیں ہی ہیں، جن کی پوزیشن ہم ابھی واضح کر آئے ہیں کہ ابوالصہبا اور طاؤس والی روایت (کمارواھا مسلم وغیرہ) کا سرے سے حدیثِ نبوی ہونا ہی محلِ نظر ہے اور برتقدیر تسلیم حسبِ تصریح ائمہ شان وہ غلط اور کسی راوی کے وہم کا نتیجہ ہے۔اسی طرح روایتِ رکانہ بھی سخت ضعیف اور نہایت درجہ غلط ہے۔جس کیلئے ائمہ حدیث نے منکر اور معلول

ہونے کے لفظ ارشاد فرمائے ہیں۔ پس موصوف کا یہ دعویٰ بناء علی الفاسد کے قبیل سے ہے
اور مصادرہ علی المطلوب بھی کہ وہی دعویٰ وہی دلیل و لا حول و لا قوۃ الا باللہ المولی الجلیل۔
پھر موصوف کے اس استدلال میں جدت بھی نہیں بلکہ وہ اس میں یکے از بانیانِ فتنہ ھٰذا ابن قیم کے مق
ہیں۔ کیونکہ یہ اجماع والی بات ابن قیم صاحب نے ہی پھیلانے کی کوشش کی ہے جیسا کہ اُن کی کتا
"اعلام الموقعین" وغیرہ میں ہے۔ خدا کی شان کہ جو لوگ ائمہ اربعہ خصوصاً امام اعظم کی تقلید کو شرک
الرسالۃ سے تعبیر کرتے ہیں اب اُنہی کے نزدیک مولوی ابن القیم صاحب کا قول ہی آیت اور حدیث
درجہ پا رہا ہے۔ کیا یہ قربِ قیامت کی علامت نہیں؟ علاوہ ازیں موصوف نے "اجماع سکوتی" کے لف
رٹ لئے ہیں۔ کیا اس کی ایسی جامع مانع تعریف بھی وہ بتا سکتے ہیں جو اُن کے اُصول پر پوری اُتر کر
کے مذہب کی دلیل بننے کی صالح ہو۔ نیز کیا وہ اجماع کی حجیّت کے بھی قائل ہیں؟ جواب ہاں
ہے تو "اہلحدیث کے دو ہی اُصول، اطیعوا اللہ و اطیعو الرسول" کے اُن کے نعرے کی کیا حقیقت
اور فردوہ الی اللہ و الرسول کے اُن کے پروپیگنڈے کا کیا مطلب ہے؟ یہ سب کچھ ایک ہی سا
میں کیوں مان گئے؟ کیا میٹھا ہپ والا معاملہ اور "ضرورت ایجاد کی ماں" کا فلسفہ تو کہیں کارفرما نہیں؟
یہ عجیب اجماع سکوتی ہے کہ علی الصحیح صحابہ ءکرام میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں بلکہ اور تو اور
اس روایت کے بیان کرنے والے صحابی حضرت عبداللہ بن عباس کا اپنا فتویٰ بھی اس کے برخلاف ہے
نیز تابعین میں سے بھی کسی کا حسبِ دعویٰ غیر مقلد یہ قائل ہونا صحیح ثابت نہیں (وَ من ادّعیٰ فعلیہ البی
بالسند و البرھان) نیز ہے یہ مجمع علیہ امر مگر ائمہ ءاربعہ میں سے بھی کسی کا مذہب نہیں۔ واللہ المستعان
نیز غیر مقلد موصوف یہ دعویٰ تو کر رہے ہیں کہ اس پر دورِ اوّل کے تمام لوگوں (اصحابِ کرام) کا اجما
سکوتی ہے مگر وہ کھل کر واضح نہیں کر رہے کہ آخر اس اجماع کو توڑا کس نے؟ کچھ تو بولیں۔
علاوہ ازیں اگر روایت میں کسی امر کا مذکور ہو جانا اس کے مجمع علیہ ہونے کی دلیل ہے تو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ
اس ارشاد کا ترجمہ اور جواب کیا ہے جو اُنہوں نے اپنی کتاب جامع ترمذی کے متعلق فرمایا ہے۔ (وھو ھـ
"جمیع ما فی ھٰذا الکتاب من الحدیث ھو معمول بہ وبہ اخذ بعض اھلِ علم ما خلا حدیثین حدی
ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم جمع بین الظھر و العصر بالمدینۃ و المغرب و العشاء من غ
خوف ولا سفر ولا مطر وحدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال اذا شرب الخمر فاجلدوہ فان ع
فی الرابعۃ فاقتلوہ" اھ بلفظہ (ملاحظہ ہو جامع الترمذی ج ۲ ص ۲۳۵ کتاب العلل طبع فاروقی ملتان و دہلی)
آخر میں حضرت حافظ ابن حجر عسقلانی کی زبانی یہ بھی سن لیں کہ اجماع کس امر پر ہے تین طلاق کے ت
ہونے پر یا ایک ہونے پر؟ آپ ارقام فرماتے ہیں:۔ "فالراجح فی الموضعین تحریم المتعۃ و ایق
الثلاث للاجماع الذی انعقد فی عھد عمر علی ذٰلک و لا یحفظ ان احدا فی عھد عم
خالفہ فی واحدۃ منھما وقد دل اجماعھم علیٰ وجود ناسخ و ان کان خفی عن بعضھم ق
ذٰلک حتی ظھر لجمیعھم فی عھد عمر فالمخالف بعد ھٰذا الاجماع منا بذلہ و الجمھو

علیٰ عدم اعتبار من احدث الاختلاف بعد الاتفاق. "یعنی (میرے نزدیک) حرمتِ متعہ اور اکٹھی تین طلاقوں کے وقوع کی معتمد دلیل (صحابہ کرام وتابعین کرام کا) وہ اجماع ہے جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں ان مسائل کی بابت منعقد ہوا اور اس کا کوئی صحیح ثبوت نہیں ہے کہ ان میں سے کسی کے بارے میں عہد فاروقی میں کسی ایک شخص نے بھی کوئی مخالفت کی ہو جبکہ ان کا یہ اجماع متعہ اور اکٹھی تین طلاق کے عدم وقوع کی دلیل ناسخ کے پائے جانے کی دلیل ہے جو اس سے قبل اگرچہ بعض حضرات پر مخفی تھی لیکن عہد فاروقِ اعظم میں وہ سب پر واضح ہوگئی۔ لہٰذا اس اجماع کے بعد اس کی مخالفت کرنے والا اس کا رد کرنے والا ہوگا۔ جبکہ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اجماع کے منعقد ہو جانے کے بعد اختلاف کرنے والے کے اختلاف کا کچھ اعتبار نہیں۔ اھ (ملاحظہ ہو فتح الباری ج ۹ ص ۶۸ کتاب الطلاق طبع بیروت)

دلیل 5:۔ بعض عبارات واقوال کا جائزہ:۔ اس سلسلہ میں غیر مقلد موصوف نے عمدۃ الرعایۃ، عمدۃ القاری اور شرح معانی الاثار کی کچھ عبارات اور بعض اقوال کے ذریعہ بھی عوام پر رعب ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ جو نہ اُنہیں کچھ مفید اور نہ ہی ہمیں کچھ مضر ہیں، کیونکہ وہ فریقین کے معیارِ دلائل سے خارج ہیں۔ چنانچہ اس جیسے دیگر مواقع پر اقوال سے یہ لوگ اس طرح جان چھڑانے کی کوشش کرتے ہیں کہ جب وہ ہیں ہی غیر مقلد تو اُنہیں اقوال سے اور اقوال کو اُن سے کیا سروکار؟ مگر نہ معلوم وہ اپنا یہی اُصول یہاں کیوں اور کس حکمت کی بناء پر اور کیوں بھول گئے ہیں؟ جبکہ وہ اقوال ہم پر اس حجت اس لئے نہیں کہ ان میں سے کوئی ہمارے امام کا قول نہیں، جبکہ اقوال مقلد پر وہی حجت ہوں گے جو اس کے امام کے ہوں۔

علاوہ ازیں اُن اقوال میں سے کسی قول کی کوئی سند بھی غیر مقلد موصوف نے پیش نہیں کی، لہٰذا تا حال اُن کی تقریب تام نہیں۔ برسبیل تنزل ان کا جواب ہمارے ذمہ اُس وقت ہوگا جب وہ اُن کا مقررہ معیار سے صحیح ثبوت فراہم کریں گے۔ رہا ان حنفی علماء کا اُنہیں ذکر کرنا، تو بر تقدیر تسلیم دنیا جانتی ہے کہ موصوف کی پیش کردہ یہ محوّلہ کتب شروح ہیں۔ جبکہ شارحین اپنے فن کی رعایت کرتے ہوئے عموماً جمع اقوال سے کام لیتے ہیں، اُنہیں اس سے سروکار نہیں ہوتا کہ اُن میں سے کون سے قول کی اصل پوزیشن وکیفیت کیا ہے؟ اس طرح سے اس سے اُن کا یہ مقصد بھی ہرگز نہیں ہوتا کہ وہ اقوال ان کا مذہب ہیں ورنہ بیک وقت متضاد اقوال کا قائل ہونا کیونکر درست ہوسکتا ہے؟ ان کا مذہب وہی اقوال ہوں گے جو اُن کے فقہی مذہب سے مطابقت رکھتے ہوں گے۔ یہی وجہ ہے ان حنفی علماء نے بھی اپنی ان (محوّلہ) کتب میں حنفی مؤقف ہی کی تائید کی ہے، جیسا کہ خود غیر مقلد موصوف کے پیش کردہ قطعات سے بھی ظاہر ہے مثلاً "عمدۃ الرعایۃ" کی جو عبارت اُنہوں نے پیش کی ہے اس کے ابتدائی الفاظ یہ نقل کئے ہیں "والقول الثانی الخ" جس کا معنیٰ خود انہوں نے "دوسرا قول" لکھا ہے ملاحظہ ہو (ص ۳)۔ تو جب دوسرا قول ہے تو پہلا قول بھی تو ہوگا۔ اسی طرح تیسرا اور چوتھا بھی ممکن ہے۔

یونہی شرح معانی الآثار کی نقل کردہ عبارت کے شروع میں یہ لفظ ہیں "فذهب قوم" جس کا ترجمہ غیر مقلد موصوف نے یہ کیا ہے "ایک علماء کا طبقہ کا مذہب ہے" ملاحظہ ہو (ص ۳)

جو اگرچہ غلط ہے کیونکہ "علماء کا طبقہ" کے الفاظ قطعاً اس میں نہیں ہیں۔ تاہم اس سے یہ تو اشارہ مل گیا کہ بات آگے چل رہی ہے اور نقل کردہ بات نامکمل اور ادھوری ہے۔ مگر چونکہ غیر مقلد موصوف کو اپنی مطلب برآری ہی مقصود تھی اس لئے اُنہوں نے محض من مانے الفاظ کے نقل کرنے پر ہی اکتفاء کیا ہے، جو اُنہی کا حصّہ ہے۔ ؎ ایں کار از تو آید و مرداں چنیں میکنند

شروح میں جمع اقوال کے فن کو اپنانے کی واضح مثال یہ بھی ہے کہ "عمدۃ الرعایۃ" میں جہاں "القول الثانی" کے تحت "وھو احد القولین لمالک" لکھا ہے۔ اس میں "القول الثالث" میں "والائمۃ الاربعۃ وغیرھم من المجتھدین" کے الفاظ بھی لکھے ہیں جن میں امام مالک قطعاً شامل ہیں ملاحظہ ہو (عمدۃ الرعایۃ ج۲ ص۶۷ حاشیہ نمبر۳ طبع لکھنو)

جبکہ صحیح بھی یہی ہے کہ ائمہ اربعہ میں سے کوئی بھی اکٹھی تین طلاق کے ایک ہونے کا قائل نہیں۔ ملاحظہ ہو (عینی شرح بخاری ج۲۰ ص۲۳۳ طبع مصر، عمدۃ الرعایۃ ج۲ ص۶۷ حاشیہ ۳، نووی شرح صحیح مسلم ج۱ ص۴۷۸، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج۶ ص۲۹۳، طیبی شرح مشکوٰۃ ج۶ ص۳۳۳، کرمانی شرح بخاری ج۱۹ ص۱۸۲، فتح الباری ج۹ ص۲۷۵۔۲۷۶ (متضاداً)، التعلیق المحمود ج۱ ص۲۹۹ بحوالہ نووی شرح مسلم وعینی شرح بخاری، بخاری ج۲ ص۷۹۱ ۲، مشکوٰۃ ص۲۸۴ ۱۱ موطا مالک ص۵۱۰ ۹، نسائی ج۲ ص۹۹ ۱ بحوالہ عینی (وغیرہا) ولفظ النووی:۔ "وقد اختلف العلماء فیمن قال لامرأتہ انت طالق ثلثا فقال الشافعی ومالک و ابو حنیفۃ واحمد وجماھیر السلف والخلف یقع الثلث" اھ سنن ابوداؤد (مع عون المعبود ج۲ ص۲۲۷ طبع فاروقی ملتانی) میں ہے امام ابوداؤد فرماتے ہیں "قال مالک وعلی ذلک الامر عندنا" یعنی امام مالک نے فرمایا ہم بھی اکٹھی تین طلاق کے وقوع کے قائل ہیں اھ۔

غیر مقلد موصوف کی اس سے بھی تسلی نہ ہو تو کم از کم اپنے بزرگوں کو ہی سامنے رکھ لیں اور اُنہیں کی سن لیں چنانچہ اُن کے کئی بزرگوں نے صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ ائمہ ثلثہ کی طرح امام مالک بھی اکٹھی تین طلاق کے وقوع کے قائل تھے۔ ملاحظہ ہو (عون المعبود ج۲ ص۲۲۷ از ابوالطیب شمس الحق عظیم آبادی غیر مقلد۔ قال مالک ..... والثلث تحرمھا حتی تنکح زوجاً غیرہٗ)

نیز نواب صدیق حسن خان بھوپالی غیر مقلد نے لکھا ہے "ومذھب جمھور تابعین واکثر صحابہ وائمہ مذاھب اربعہ آنست کہ طلاق تابع طلاق است" اھ ملاحظہ ہو (مسک الختام ج۳ ص۴۷۳ طبع سانگلہ ہل) اسی طرح اُن کی دوسری کتاب (الروضۃ الندیہ ج۲ ص۵۰) میں بھی ہے۔

غیر مقلد موصوف کی علمی قابلیتیں:۔ حجاج بن ارطاۃ، ابن مقاتل اور ابن اسحٰق کے متعلق ایک روایت یہ بھی ہے کہ وہ سرے سے اکٹھی تین طلاقوں کے وقوع کے قائل نہیں تھے۔ جیسا کہ مشکوٰۃ ص۲۸۴ ۱۱ نووی شرح مسلم ج۱ ص۴۷۸، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج۶ ص۲۹۳ اور کرمانی شرح بخاری ج۱۹ ص۱۸۲۔۱۸۳ نیز آیت "الطلاق مرّتان" کے تحت تفسیر قرطبی وغیرہ میں بھی ہے بلکہ نووی وغیرہ میں اس کو حجاج بن ارطاۃ کا مشہور مذہب لکھا ہے۔ مگر غیر مقلد موصوف نے بعض کتب میں ان کے متعلق ایک کے وقوع کا قول دیکھ کر

یہ گمان کرلیا ہے کہ اُنہوں نے کوئی بڑا معرکہ سر کرلیا ہے، جس سے ان کی علمی قابلیت کا پتہ چلتا ہے۔
علاوہ ازیں عینی شرح بخاری میں اکٹھی تین طلاق کے ایک ہونے کے قائلین میں برسبیلِ تذکرہ "والنخعی" کے الفاظ دیکھ کر موصوف نے اس کا مصداق نہ صرف یہ کہ امام اعظم کے دادا اُستاذ کو سمجھ لیا ہے بلکہ اس کی تصریح بھی کردی ہے۔ چنانچہ اُن کے الفاظ ہیں۔ "امام ابراہیم نخعی (جو کہ امام ابوحنیفہ کے اُستاذ ہیں ملاحظہ ہو ص۳" حالانکہ عینی میں "ابراہیم" کے لفظ نہیں ہیں پس اُن کا یہ علامہ عینی اور امام ابراہیم دونوں پر افتراء بھی ہے اور موصوف کی علمی بے مائیگی کی دلیل بھی کہ جب اصل مفہوم کو متعین نہ کرسکے تو محض خانہ پُری کرتے ہوئے جو ذہن میں آیا اُسے لکھ کر عوام کو مغالطہ دینے کی کوشش بھی کی۔ پھر امام ابراہیم نخعی کو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کا اُستاذ جو اُن کی ایک اور علمی چوک ہے کیونکہ حضرت موصوف آنجناب کے اُستاذ الاستاذ ہیں۔ علامہ عینی پر افتراء کی مزید دلیل یہ بھی ہے کہ اُنہوں نے اس سے آگے امام نخعی کا اکٹھی تین طلاق کے تین ہونے کے قائلین میں صریحاً ذکر فرمایا ہے چنانچہ مکمل عبارت اس طرح ہے۔"ومذهب جماهير العلماء من التابعين ومن بعدهم منهم الاوزاعی والنخعی والثوری وابو حنيفة واصحابه ومالک واصحابه والشافعی واصحابه واحمد واصحابه واسحق وابو ثور ابو عبيد واخرون كثيرون علىٰ ان من طلق امرأته ثلاثا وقعن ولكنه يأثم وقالوا من خالف فيه فهو شاذ مخالف لاهل السنة وانما تعلق به اهل البدع ومن لا يلتفت اليه لشذوذه عن الجماعة التى لا يجوز عليهم التواطوء على تحريف الكتاب والسنة اھ "ملاحظہ ہو (عینی شرح بخاری ج۳ ص۲۳۳، نیز صحیح بخاری ج۲ ص۷۹۱ ا)
عبارت هٰذا میں تابعین میں امام نخعی کا ذکر "والنخعی" کے الفاظ میں آفتاب نصف النہار کی طرح روشن ہے، جو غیر مقلد موصوف کی اس مقام پر سخت علمی غلطی کی نشاندہی کررہے ہیں۔
موصوف کی اس غلطی کی وجہ یہ ہے کہ "عمدۃ القاری" میں "والحجاج بن ارطاۃ" کے بعد "والنخعی" کے لفظوں میں "و" کتابت کی غلطی کی وجہ سے لکھی گئی ہے۔ اور اصل عبارت اس طرح ہے۔"والحجاج بن ارطاۃ النخعی" یعنی اس میں "النخعی" حجاج کی صفت ہے کیونکہ کتب اسماء الرجال میں یہ امر بھی مصرّح ہے کہ کہ ارطاۃ بھی نخعی ہیں۔ چنانچہ میزان الاعتدال (ج۱ ص۴۵۸) طبع سانگلہ ہل) میں حجاج مذکور کے نام کے ساتھ یہ لفظ بھی لکھے ہیں۔ "الفقيه ابو ارطاة النخعی " اھ جس سے غیر مقلد موصوف کا لکیر کا فقیر ہونا ایک بار پھر واضح ہوجاتا ہے۔ ولله الحمد. اس مقام پر پرلطف بات یہ بھی ہے کہ غیر مقلد موصوف نے محض اپنے مزعوم کا وزن بڑھانے کی غرض سے حجاج موصوف وغیرہ کے ناموں کے ساتھ امام، امام کے لفظ لکھے ہیں۔ اور اس کیلئے حوالہ بھی اُنہوں نے عینی شرح بخاری کا دیا ہے۔ حالانکہ اس میں اُن کے ناموں کے ساتھ قطعاً امام کے لفظ نہیں ہیں۔ نواب صدیق حسن بھوپالی صاحب نے بھی "مسک الختام" میں اس طرز کو اختیار کیا ہے۔ سُبحان الله.

ایں خانہ ہمہ آفتاب است

مزید پرلطف بات یہ بھی ہے کہ حجاج بن ارطاۃ کو کئی ائمہ شان نے روایت اور فروع واحکام میں ناقابلِ احتجاج اور غیر معتبر قرار دیا ہے اس کے باوجود غیر مقلد موصوف نے اُنہیں اپنا امام بنالیا ہے۔ اور اس سے

بڑھ کر یہ کہ حجاج موصوف کوفی علماء میں سے ہیں، جن کے متعلق غیر مقلدین "کوفی لایوفی" کے لفظ استعمال کرتے اور ان کی بیان کردہ روایات کو بے نور کہتے پھرتے ہیں۔ مگر ضرورت پڑی تو غیر مقلد موصوف اس سب کو یکسر بھول کر اُن کی قصیدہ خوانی کررہے ہیں۔ اسے کہتے ہیں "ضرورت ایجاد کی ماں ہے۔" چنانچہ دار قطنی اور حاکم نے کہا "لا یحتج بہ" یہ لائقِ احتجاج نہیں ہے۔ یحیٰی بن معین اور نسائی نے کہا "لیس بالقوی" یہ قوی نہیں ہے۔ عجلی نے کہا "کان فیہ تیہ" بزاز نے کہا "کان معجبا بنفسہٖ" بعض نے معجباً کی بجائے صلفاً کے لفظ بولے ہیں۔ یعنی متکبر، خود پسند اور باتونی تھا (جسے ملتانی زبان میں "پھُوتی" اور "لباری" کہا جاتا ہے)۔ ساجی نے کہا "سیئی الحفظ لیس بحجۃ فی الفروع والاحکام" یعنی اس کی قوتِ حافظہ کمزور تھی وہ فروع واحکام میں حجت نہیں۔ نیز ابن حبان نے کہا "ترکہ ابن المبارک وابن مھدی ویحی القطان ویحی بن معین واحمد بن حنبل" یعنی امام ابن المبارک، ابن مہدی، یحیٰی القطان، یحیٰی بن معین اور امام احمد بن حنبل نے اس سے حدیث لینی چھوڑ دی تھی۔ نیز امام شافعی سے اس کا یہ قول منقول ہے کہ آدمی کی مروت مکمل نہیں ہوتی جب تک وہ نماز باجماعت کو ترک نہ کردے۔ علامہ ذہبی اس کے جواب میں لکھتے ہیں "قبح اللہ ھذہ المروءۃ" اللہ ایسی مروت کا ستیاناس کرے"۔ نیز بعض نے کہا "اوّل من ارتشیٰ بالبصرۃ من القضاء حجاج ابن ارطاۃ" بصرہ کے قاضیوں میں سب سے پہلے جس شخص نے رشوت لی وہ حجاج بن ارطاۃ ہے۔ ملاحظہ ہو (تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۱۷۲ ۔ ۱۷۳ ۔ ۱۷۴ طبع ملتان ومصر نیز میزان الاعتدال ج ۱ ص ۴۵۸ تا ص طبع مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل ضلع شیخوپورہ)

نہ معلوم اس قدر سخت جروح ائمہ کے باوجود شاہین صاحب نے حجاج موصوف کو اتنا کیوں بڑھا چڑھا کر پیش کیا، جبکہ یہ بھی باور نہیں کیا جاسکتا کہ موصوف کے یہ تراجم اُنہوں نے دیکھے نہ ہوں۔ ورنہ اُن نام کے نام کے ساتھ "شیخ الحدیث" کا عنوان تو کم از کم جعلی قرار پائے گا؟؟؟

دلائل کی بابت غلط پروپیگنڈہ کا رد:۔ گزشتہ سطور سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح آشکارا ہوگئی کہ غیر مقلد موصوف کوئی ایک بھی ایسی صحیح شرعی معیاری دلیل کے پیش کرنے میں سخت عاجز ونا کام رہے ہیں جسے اُن کے دعویٰ سے کچھ مطابقت ہو۔ مگر بایں ہمہ اُنہوں نے آخر میں اپنے اس پروپیگنڈہ کو پھر دوہرایا ہے کہ: "یہ عقیدہ اور مسئلہ قرآن مجید صحیح احادیثِ نبویہ اور صحابہ ءکرام اور ائمہ عظام سے ثابت ہے کہ اس صورت میں ایک رجعی طلاق ہے۔ صحیح شریعت کے مطابق ہے "اھ بلفظہ ملاحظہ ہو (ص ۴)

جس کا بالکل جھوٹا اور خلافِ واقعہ ہونا کچھ محتاجِ بیان نہیں۔ اسے تازہ کرنے کیلئے گزشتہ سطور کا مطالعہ کریں۔ اس کے ساتھ ساتھ موصوف کی مزید اس علمی قابلیت پر بھی سر دھنیں کہ وہ طلاق کے مبحث فیہ فرعی امر کو "عقیدہ" قرار دے گئے ہیں، جو اُنہیں کا حصہ ہے۔

حلالہ کے مسئلہ میں تعارض:۔ آخر میں غیر مقلد موصوف نے حلالہ کے مسئلہ پر بھی کچھ تبصرہ کیا ہے، جس میں وہ خود بھی تعارض کا شکار ہوکر رہ گئے ہیں اس لئے سر دست اس کا جواب بھی ہمارے ذمّہ نہیں ہے، چنانچہ کبھی تو وہ یہ تاثر دیتے ہیں کہ حلالہ درست ہے جیسا کہ ان کے لفظوں سے ظاہر ہے "تجدید نکاح یا حلالہ کی کوئی ضرورت

نہیں" ملاحظہ ہو (ص ۴ سطر ا نیز آخری سطر) جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ بعض صورتوں میں اس کی ضرورت پڑتی ہے۔ بالفاظِ دیگر انہوں نے یہاں اس کے ضروری ہونے کی نفی کی ہے جواز کی نہیں۔ اور چلتے چلتے یہ بھی لکھ گئے ہیں کہ "حلالہ کرنے اور کرانے والے پر انبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے" ملاحظہ ہو (ص ۴ سطر ۳) اس کے بعد بعض روایتیں بھی نقل کی ہیں۔ ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے ؟

انتہائی فحش اور قبیح غلطی:۔ غیر مقلد موصوف نے اس مقام پر لکھا ہے۔ "نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" نے فرمایا "الا اخبر کم بتیئس المستعار" کیا تم کو کرایہ کا سانڈ بتلاؤں تو صحابہ کرام نے عرض کی ہاں! تو فرمایا "ھو المحلل" کہ وہ حلالہ کرنے والا ہے "اھ بلفظہ

پھر اس کے حوالہ کیلئے بریکٹ میں لکھا ہے:۔ "(جامع ترمذی، سنن نسائی)" ملاحظہ ہو (ص ۴ سطر ۴ تا ۶)

اقول:۔ حسبِ بالا یہ حدیث نہ تو جامع ترمذی میں ہے اور نہ ہی سنن نسائی میں ہے بلکہ یہ ابن ماجہ کی حدیث ہے حوالہ کیلئے ملاحظہ ہو (سنن ابن ماجہ ص ۱۳۹ اکتاب النکاح باب المحلل والمحلل له، طبع کراچی) اور یہ تفرداتِ ابن ماجہ سے ہے اس لئے وہ ترمذی اور نسائی کی حدیث کس طرح سے بھی نہیں ہوسکتی۔ چنانچہ غیر مقلد یہ کے مسلّم پیشوا ابنِ کثیر اس حدیث کو مع السند مکمل نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:۔ "تفرد به ابن ماجه" یعنی یہ روایت ان الفاظ سے تفردات ابن ماجہ میں سے ہے اھ ملاحظہ ہو (تفسیر ابن کثیر ج ا ص ۲۷۹ تحت آیت فان طلقها فلا تحل لهٗ الآیة۔ ۲۳۰ طبع قدیمی کراچی)

جو موصوف کی انتہائی فحش اور قبیح غلطی ہے۔ پھر بھی نہ مانیں تو حسب بالا جلد، کتاب، باب صفحہ اور مطبع کی قید سے جامع ترمذی اور سنن نسائی سے نکال کر دکھائیں۔ دیدہ باید۔

مزید اغلاط:۔ نیز حدیث شریف میں "بالتیس" کے لفظ ہیں جنہیں وہ "ال" کے بغیر لکھ کر موصوف کو نکرہ اور اس کی صفت کو "المستعار" کو معرفہ لائے ہیں۔ جبکہ لائق مبتدی بھی بخوبی جانتے ہیں کہ موصوف صفت میں مطابقت ضروری ہوتی ہے۔ نیز "تیس" کے لفظ کو "تیئسس" لکھ گئے۔ جس کا تلفظ وہ خود ہی بتا سکتے ہیں۔ نیز "الااخبرکم" کا ترجمہ لکھا ہے" کیا تم کو کرایہ کا سانڈ بتلاؤں" اس میں وہ "لا" نافیہ کا ترجمہ چھوڑ گئے ہیں۔ والصحیح "نہ بتلاؤں" پھر بلیٰ کا ترجمہ کیا ہے "ہاں!" حالانکہ اس کا ترجمہ ہے " کیوں نہیں؟" علاوہ ازیں حدیث ھو المحلل کے الفاظ پر ختم نہیں ہوتی، بلکہ اس کے آگے یہ لفظ بھی ہیں۔ "لعن اللہ المحلّل والمحلّل لهٗ "ملاحظہ ہو (سنن ابن ماجہ ص ۱۳۹)

بناوٹی آیت اور دیگر خطیات:۔ اور تو اور رہا غیر مقلد موصوف کے فتویٰ پیڈ پر جو قرآنی آیت کے الفاظ مونو گرام کے طور پر درج ہیں وہ بھی غلط لکھے ہیں۔ چنانچہ اس پر لکھا ہے:۔ "فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ" اعرابی غلطیوں کو اگر کاتب کے کھاتے میں ڈالا جائے مثلاً فَرُدُوْهُ کو فَرُدُوْهُ اور اِلی اللہ کو اِلَی اللّٰہ لکھا ہے جبکہ دار الافتاء کے الفاظ میں ہمزہ مفتوح کر کے اِفْتَاء کی بجائے اَفْتَاء لکھا ہے تو الفاظ آیت میں وَالرَّسُوْلِ کی بجائے جو وَرَسُوْلِهٖ کر کے لکھا اور اس طرح سے آیت کے لفظوں میں جو تحریف کی ہوئی ہے، اس کا ذمہ دار غیر مقلد موصوف ہے یا نہیں؟ یہاں موصوف کی ایک خوبی واجب

الاعتراف ہے جس کے تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ اپنے اس فتویٰ میں ایک بنیادی نکتہ پر اوّل تا آخر قائم رہے ہیں۔ اَغنِـیٗ فتویٰ لکھا تو غلط کہ لفظ حرام حرام حرام کے باوجود عورت کو مرد کیلئے مالِ غنیمت قرار دیا۔ روایتیں پیش کیں تو غلط، استدلالات کیے تو غلط، قرآن لکھا تو غلط اور حدیثیں لکھیں تو غلط۔ اب پتہ چلے گا کہ وہ ہماری نصائح کو قبول کرتے ہوئے اپنے اس غلط فتویٰ سمیت اپنی جملہ اغلاط سے تائب ہو کر اللہ ورسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وجل جلالہٗ) کی بارگاہ میں سرخروئی حاصل کرنے کی سوچتے ہیں یا اپنی جھوٹی انا اور اپنی جماعت کے عارضی دنیوی وقار کی خاطر اُلٹا ہم سے الجھتے اور ہمیں آنکھیں دکھاتے ہیں جیسا کہ ماضی میں علماءِ وہابیہ کی تاریخ ہے کہ ؎ خود بدلتے نہیں قران بدل دیتے ہیں

فقط وھٰذا اٰخر ما اوردنا فی ھٰذا الباب والحمد للہ المنعم الوھّاب والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم واٰلہ الکرام والاصحاب الی یوم الحساب۔

کتبہ الفقیر عبد المجید سعیدی رضوی غفرلہ

([illegible] تعلیقات) مفتی وشیخ الحدیث جامعہ غوثیہ معینیہ اعظم رحیم یار خان

جمادی الثانیہ ۱۴۲۵ھ مطابق ۲۸، جولائی ۲۰۰۴ء بروز چہار شنبہ

محقق العصر مناظرِ اسلام حضرت علامہ مولٰنا مفتی عبدالمجید خان سعیدی دامت برکاتہم العالیہ کی

عنقریب چھپ کر آنے والی کتب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا اللہ جل جلالک — الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ — یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تحریری مناظرہ ہائے سہ طلاق میں بارہ عدد غیر مقلد علماء مناظرین کی شکست و فرار کی روئیداد

المعروف

بارہ مناظرے سہ طلاق

مابین:

سُنی حنفی بریلوی عالم مناظر اسلام محقق العصر حضرت علامہ مولانا **مفتی عبدالمجید خان سعیدی** صاحب رحیمیار خان

و

مولوی طالب الرحمٰن پنڈی، صفدر عثمانی گوجرانوالہ، اللہ بخش ملتانی ملتان، مولوی رفیق اثری جلالپور پیروالا، عبدالوکیل خان پور، مولوی عبدالرحمٰن شاہین ملتان، مولوی زبیر علی زئی سرحد وغیرھم۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا اللہ جل جلالک — الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ — یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

"مناظرہ توہین وشرک" چوہدری طالب الرحمٰن آف پنڈی کی شکست و فرار کی روئیداد

المعروف

شرائط مناظرہ توہین وشرک

مابین:

سُنی حنفی بریلوی عالم مناظر اسلام محقق العصر حضرت علامہ مولانا **مفتی عبدالمجید خان سعیدی** صاحب رحیمیار خان

و

مولوی چوہدری طالب الرحمٰن آف پنڈی

سو سالہ جشن کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن

عالمِ سُنیت کو کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن کا 100 سالہ جشن

مبارک ہو

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ نے تقریباً پچاس علوم وفنون پر مشتمل ایک ہزار سے زائد تصانیف چھوڑی ہیں۔ انہیں میں سے ایک عظیم الشان علمی شہکار کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن بھی ہے۔ اس ترجمہ کو اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے 1330ھ میں ایک سال (کم وبیش) کی مدت میں بغیر کتب وتفاسیر ولغت کے صرف اور صرف اپنی خداداد صلاحیتوں اور نبیء اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عنایت وعطا سے مکمل کیا۔ اسلامی سال 1330ھ سے 1430ھ کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن کو 100 سال پورے ہو گئے ہیں۔

ترجمہ کنز الایمان ❁ قرآن پاک کا صحیح اور سب سے زیادہ مقبول ترجمہ ❁ مسلک اہلسنت وجماعت اور سلف صالحین کا سچا ترجمان بارگاہِ اُلوہیت کے تقدس اور احترامِ نبوت کا کماحقہٗ پاسدار ❁ کوثر وتسنیم میں دھلی ہوئی زبان۔

کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن (مع تفسیری حاشیہ)

خزائن العرفان	و نور العرفان
مولنا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہٗ	مولنا مفتی احمد یار خان نعیمی قدس سرہٗ

مترجم قرآن پاک خریدتے وقت نام یاد رکھیں۔

❁ کنز الایمان شریف ترجمہ امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ ❁